For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

حصہ نظم

حمد

مولانا ماہر القادری

پیدائش ۱۹۰۶ء۔ وفات ۱۹۷۸ء

تعارف شاعر: ماہر القادری کا اصل نام منظور حسین اور ماہر تخلص تھا۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے القادری تخلص کا جزو بن گیا۔ آپ ضلع بلند شہر کے ایک قصبہ کسیر کلاں (یو پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں علی گڑھ سے میٹرک کرنے کے بعد بجنور سے نکلنے والے مشہور اخبار 'مدینہ' اور 'غنچہ' سے وابستہ ہو گئے، اور بھی کئی اخباروں اور رسالوں کی ادارت کی۔ ۱۹۲۸ء میں ریاست حیدر آباد کے مختلف محکموں میں کام کرنے کا موقع ملا۔ قیام حیدر آباد کے دوران جب نواب بہادر یار جنگ کی تقاریر کا طوطی بولتا تھا، نواب صاحب نے قائداعظم سے ان کا تعارف یوں کرایا میری تقریروں اور ان (ماہر القادری) کی نظموں نے مسلمانانِ دکن میں بیداری پیدا کی ہے۔ ممبئی میں قیام کے دوران فلموں کے لئے نغمے بھی لکھے۔ پاکستان آنے کے بعد ۱۹۴۹ء میں کراچی سے ماہنامہ 'فاران' جاری کیا جو بہت جلد اس وقت کے بہترین ادبی رسالوں میں شمار ہونے لگا۔ اہم تصانیف میں: ظہورِ قدسی، محسوسات ماہر، نغمات ماہر، جذبات ماہر، کاروان حجاز، یادِ رفتگاں، فردوس، کردار، طلسم حیات وغیرہ شامل ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
وجدان	اَن دیکھی باتوں کو سمجھنے کی قوت	نکہت	خوش بو/مہک	آیاتِ الٰہی	قرآنی آیات
دانش	عقل/سمجھ	خلاق	تخلیق کرنے والا	گلبانگ ہزار	بے شمار پھولوں کی خوشبو

شعر ا:

فکر و دانش کی ہے معراج، خدا کا اقرار
یہی وجدان کی آواز ہے فطرت کی پکار

تشریح: شاعر کہہ رہے ہیں کہ جس نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کر لیا، اس نے جہالت سے خود کو بچا لیا کہ خدا کی پہچان اور معرفت ہی عقل کی معراج ہے۔ ہماری نگاہیں جب دیکھتی ہیں کہ اس بزمِ کائنات کو کس طرح سنوارا، سجایا اور آراستہ کیا گیا ہے تو عقل حیرت اور حیرانی میں ڈوب جاتی ہے۔ اس کا دل گواہی دینے لگتا ہے کوئی ذات ہے جو پاک وصاف اور منزہ ہے۔ جو عظیم اور برتر ہے، کائنات میں واحد اور اپنی شان میں یکتا اور بے مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس کائنات کو تخلیق کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کائنات کے ذریعے پروردگارِ عالم کی معرفت حاصل کرے۔ مناظرِ کائنات پر عاقل اور سمجھدار لوگ غور کرتے ہیں اور اس راز کو پا لیتے ہیں کہ:

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

شعر ۲:

اُسی خلاق نے جوہر کو توانائی دی — پھول پتوں کو عطا جس نے کیے نقش و نگار

تشریح: کائنات کا ذرہ ذرہ خالقِ کائنات کی دسترس میں ہے۔ ہر شے اسی کے حکم کے تابع ہے۔ یہ اسی کی عظمت اور شانِ قدرت ہے کہ روئے زمین پہ جہاں جہاں سبزہ ہے؛ پیڑ، پودے اور قسم قسم کے پھول ہیں؛ رنگینیوں میں ڈوبا چمن ہے؛ یہ سب اسی کی کمال قدرت کا مظہر ہیں۔ ان حسین مناظر کو دیکھنے سے آنکھوں میں طراوت اور طبیعت میں شادابی پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیج میں کہاں وہ طاقت تھی کہ زمین کا سینہ چیر کے ابھر سکتا۔ مگر رب العالمین ہی کی عطا ہے کہ جوہر میں بھی وہ صلاحیت پیدا کر دی۔

شعر ۳:

اس کی صنعت کے نمونے ہیں وہ نکہت ہو کہ رنگ — اس کی قدرت کے کرشمے میں خزاں ہو کہ بہار

تشریح: مولانا ماہر القادری کہتے ہیں کہ موسموں کی بدلتی رتوں پر خداوند کریم کا اختیار ہے۔ رنگا رنگ پھول، طرح طرح کے پتے اور مختلف النوع خوشبوئیں قادرِ مطلق اور اس کی کاری گری کا اظہار کر رہی ہیں۔ یہ اسی کا وصف ہے کہ پت جھڑ کے موسم میں پودوں کی رونق ماند پڑ جاتی ہے، پھر موسم بہار کی خبر پاتے ہی کلیاں چٹکنے لگتی ہیں، پھول مہکنے لگتے ہیں اور مرجھائے درختوں میں ایک نوع کی زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں سارا چمن تازگی کا نمونہ بن جاتا ہے۔

شعر ۴:

اسی مالک، اسی خالق کی ہے سب حمد و ثنا — آب شاروں کا ترنم ہو کہ گلبانگ ہزار

تشریح: شاعر اس شعر میں اعتراف کر رہے ہیں دنیا میں جو کچھ ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے طفیل ہے۔ اس کی قدرت کے نمونے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ وہی مالک و مختار اور وہی خالق اور پروردگار ہے۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے۔ آنکھوں میں بصیرت موجود ہے تو کائنات کے ذرے ذرے میں جلووں کی تابانیاں دکھائی دیں گی۔ آبشاروں سے پیدا ہونے والا ترنم اسی ذات پاک کی عظمت کے ترانے گا رہا ہے اور بلبل کی صداؤں میں بھی اسی ذات واحد کی بڑائی کے قصے ہیں۔

شعر ۵۔۶۔۷:

یہ کڑکتی ہوئی بجلی، یہ گرجتے بادل — یہ سمندر کی تہیں اور یہ پہاڑوں کا ابھار
کبھی گرمی کبھی سردی، کہیں سایہ، کہیں دھوپ — کہیں جنگل، کہیں گلشن، کہیں ٹیلے، کہیں غار
سب آیاتِ الٰہی ہیں ذرا غور سے دیکھ — اس کی پھر حمد بیاں کر، اسی خالق کو پکار

تشریح: آیت نشانی کو کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جو اللہ کے حکم سے پیدا ہوئی ہے، ایسی ہی دوسری شے پیدا کرنے سے

انسان عاجز ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ انسان ان نشانیوں پر غور کرے جو کبھی بجلی کی کڑک کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، کبھی بادل کے گرجنے کی شکل میں۔ وہ سمندر کی گہرائیوں کا جائزہ لے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بھی ایک نظامِ حیات جاری وساری ہے، بلندو بالا پہاڑوں کو کس حکمت کے ساتھ وجود بخشا گیا ہے کہ جس نے زمین کی حرکت کو ساکت کردیا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا انسان یا کسی دوسری مخلوق میں کہاں وہ طاقت تھی کہ وہ یہ سب اس خیر وخوبی کے ساتھ انجام دے سکتا۔ جو چیز ہے اپنی جگہ کامل واکمل ہے۔ یہی نہیں صبح وشام کی گردشوں کا مشاہدہ کیا جائے کہ کس طرح ان کا ایک خاص وقت مقرر ہے، موسموں کے الٹ پھیر پر نظر رکھی جائے؛ یہ پودے، درخت پھول، ٹیلے، جنگل، صحرا، گلستان اور غار اور یہ مناظرِ قدرت _____ کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ نگاہ جتنی زیادہ گہرائیوں میں اترتی جائے گی، اتنا ہی خالقِ کائنات کے وجود کا یقین بڑھتا چلا جائے گا۔ ان چیزوں کو شاعر ایک مرتب، منظم اور باقاعدہ دیکھتا ہے تو اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزوں کو ترتیب دیا ہے، اور ترتیب بھی ایسے سلیقے سے کہ اس کے خود بخود وجود میں آنے کا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ اس کائنات کی حسن وخوبی کا تصور کرکے انسان حیرت اور شوق کے عالم میں وجد کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف انسان کی فطرت میں شامل ہے۔

مشق

سوال نمبرا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) شاعر نے قدرت کے کرشمے کن کن چیزوں کو قرار دیا ہے؟

(جواب) شاعر نے قدرت کے کرشمے خزاں اور بہار کو قرار دیے ہیں۔

(ب) فطرت کی پکار کسے کہتے ہیں؟

(جواب) خدا کے وجود کو ماننا عین فطرت کی پکار ہے۔

(ج) شاعر نے حمد میں فکر ودانش کی معراج یا وجدان کی آواز کو خدا کا اقرار کیوں کہا ہے؟

(جواب) شاعر نے خدا کا وجود تسلیم کرنے کو فکر ودانش کی معراج اور وجدان کی آواز اس لیے کہا ہے کہ کائنات کو جس طرح مرتب ومنظم طور پر پیش کیا گیا ہے، معمولی عقل والا بھی اس پر غور کرے تو ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ اس کارگیری کے پیچھے کوئی ایک ذات ہے جس کی ذات اور طاقت غیر متناہی ہے۔ دانائی کا تقاضا ہے کہ ایسی کھلی حقیقت کو تسلیم کرے۔ انصاف پسندی بھی یہی کہتی ہے کہ سب کچھ جان کر انجان بنے رہنے کی روش ترک کرکے خالق کائنات کی عظمت کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔

(د) اس نظم میں لفظ "صنعت" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(جواب) شاعر کی صنعت سے مراد قدرت کی کاری گری ہے۔

سوال نمبر۲: اس حمد کے پہلے اور آخری شعر کی تشریح کیجیے۔

(جواب) پہلے اور آخری شعر کی تشریح اوپر ملاحظہ ہو:

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سوال نمبر ۳: اس حمد کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

(جواب) مرکزی خیال: اس حمد میں ماہر القادری نے اپنے فنی محاسن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے انسانی فکر کو معراج قرار دیا ہے۔ جہاں انسان نے اپنی سوچ کے ذریعے تخلیق کائنات کی تسخیر کے لیے سوچ و بچار کی۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے پھول اور پتوں میں نقش ونگار پیدا کیے اور طرح طرح کے پھول خوشبوں سے لبریز کیے۔ اللہ نے ہی تمام موسم بنائے جہاں خزاں بھی ہے اور بہار بھی۔ ہم کیوں نہ اُس کی حمد وثنا کریں کہ جہاں بلبل بھی ہر وقت ثنا میں مصروف ہے۔ اسی طرح سے بجلی کا کڑکنا، بادلوں کا گرجنا اور سمندر کی تہوں اور پہاڑوں کی بلندی صرف اور صرف اس رب کائنات ہی کی وجہ سے ہے۔ گرمی، سردی، سایہ، دھوپ، جنگل، گلشن، ٹیلے، غار سب اسی کی قدرت کے مرہون منت ہیں۔ ان سب پر اگر انسان غور کرے گا تو یقیناً کہہ اُٹھے گا وحدہ لاشریک۔

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) گلبانگ ہزار سے شاعر کی مراد ہے:
(الف) ہزاروں نغمے ✓ (ب) بُلبل کا نغمہ (ج) مسجد کی اذانیں (د) کتاب ماہر القادری

(۲) آیاتِ الٰہی کہا ہے:
(الف) حمد کو (ب) خالق کو پکارنے کو
(ج) قرآن پاک کی آیات کو (د) قدرتی مناظر کو ✓

(۳) شعر میں "نکہت ہو کہ رنگ" سے مراد ہے:
(الف) دھنک (ب) طرح طرح کے مناظر
(ج) مختلف پھول ✓ (د) مختلف موسم

(۴) گرمی، سردی، سایہ اور دھوپ علامت ہیں:
(الف) بہار کی (ب) خزاں کی (ج) برسات کی (د) موسموں کی ✓

(۵) وجدان سے شاعر کی مراد ہے:
(الف) آگہی وشعور ✓ (ب) عقل ودانش (ج) فہم وفراست (د) ہمت واستقامت

سوال نمبر ۵: درج ذیل الفاظ وتراکیب کے معنی بتائیے:

الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی
جوہر	ہنر/کمال/لیاقت	فکرودانش	باشعور/عقل/سمجھ	وجدان	اَن دیکھی باتوں کو سمجھنے کی قوت
نقش ونگار	سج دھج/بیل بوٹے/پھول پتی کا آرائشی کام	نکہت	مہک/خوشبو	-	-

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

نعت

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم

اقبال عظیم

پیدائش ۱۹۱۳ء ۔وفات ۲۰۰۰ء

تعارف شاعر: نام اقبال عظیم اور اقبال تخلص تھا۔ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ایم اے (اردو) کا امتحان آگرہ یونیورسٹی سے ۱۹۴۰ء میں پاس کیا۔ ملازمت کا آغاز بہ حیثیت مدرس کیا۔ بعد ازاں مشرقی پاکستان چلے گئے۔ وہاں ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک مختلف سرکاری کالجوں میں پروفیسر اور صدر شعبہ رہے۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں بینائی زائل ہونے کے باعث ڈھاکے سے کراچی اپنے رشتہ داروں کے پاس آ گئے۔ پروفیسر اقبال عظیم ایک منجھے ہوئے کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کے کلام میں جذبات کی فراوانی اور زبان کی سادگی و روانی قابلِ ذکر ہے۔ الفاظ کی الٹ پھیر سے بعض وقت ان کے اشعار میں وہ کیفیت پیدا ہو جاتی جو عمیق فکر سے بمشکل ممکن ہوتی ہے۔ انھوں نے نظمیں بھی لکھیں اور غزلیں بھی، لیکن بنیادی طور پر وہ غزل کے شاعر ہیں۔ نعت و منقبت گوئی اور سلام نگاری میں بھی انھیں مہارت ہے۔ عقیدت کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی چاشنی سے ان کا مدحیہ کلام دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ کہتے بھی اچھا تھے اور پڑھتے بھی بہت ہی اچھوتے انداز میں جس سے محفل میں جان پڑ جاتی تھی۔ اقبال عظیم نے شعر و سخن میں صفی لکھنوی اور وحشت کلکتوی سے اصلاح لی۔ کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: ''مشرقی بنگال میں اردو''، ''ماحصل''، ''قاب قوسین'' (نعتیہ کلام)، ''مضراب''، ''لب کشا''، ''مضراب ورباب''، ''چراغ آخر شب'' (غزلوں کا مجموعہ) شامل ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
عمر رواں	گزرتی ہوئی زندگی	منصب	عہدہ	نور الہدیٰ	ہدایت کی روشنی
بدر الدجیٰ	چودھویں کا چاند	شمس الضحیٰ	خوش نما سورج/سورج کی طرح چمک دار	جلوہ گاہ	نظارہ دکھانے کی جگہ
پُرکیف	سُرور والی	-	-	-	-

شعر ا:
سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں لیکن آقا کا منصب جدا ہے
وہ امامِ صفِ انبیا ہیں، اُن کا رُتبہ بڑوں سے بڑا ہے

تشریح: شاعر کہہ رہے ہیں کہ یوں تو انسان تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہے۔ مگر انسانوں کے اس اشرف گروہ میں بعض حضرات کو نبوت کے منصب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ انبیا کرام درجوں میں عام انسانوں سے بڑھ کر ہیں اور اللہ کے خاص اور منتخب بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان انبیائے کرام میں بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت حاصل ہے۔ پیغمبر خاتم النبیین

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ آپؐ انبیاء کے امام ہیں۔ آپؐ کی امامت پر تمام انبیا کا اتفاق رہا ہے۔ ہر نبی نے اپنے امتیوں کو آپؐ کے تشریف لانے اور ان کے مقام و مرتبے کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا مقام و مرتبہ انسانوں بشمول انبیا کرام سے بلند ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔

شعر ۲: کوئی لفظوں سے کیسے بتادے، اُن کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے
ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے، صرف اللہ اُن سے بڑا ہے

تشریح: شاعر فرما رہے ہیں کہ الفاظ کے دامن میں اتنی وسعت نہیں ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ مقام و مرتبہ کو بیان کر سکے۔ الفاظ محدود ہیں مگر آنحضرتؐ کی عظمت غیر متناہی ہے۔ عظمت و توصیف کے اعتبار سے جملہ مخلوقات میں حضرت محمدؐ کا کوئی ہم سر نہیں۔ حتیٰ کہ بزرگوں سے ہم جو سنتے آئے ہیں اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ : بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ الفاظ کے دریا بہا دیے جائیں، قلم کی سیاہی خشک ہو جائے مگر انسانی بساط میں نہیں کہ آپؐ کی شان و عظمت و پاکیزگی کو بیان کر سکے۔

شعر ۳: وہ جو اِک شہر نورالہدیٰ ہے، جلوہ گاہوں کا اِک سلسلہ ہے
جس کی ہر صبح شمس الضحیٰ ہے، جس کی ہر شام بدرالدجیٰ ہے

تشریح: شاعر مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یہ شہر پاک عظمت و تقدس میں تمام شہروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی بات پھیلانے کا مرکز بنایا اور آج تک نورِ ہدایت سے روشن ہے۔ عشاق آتے ہیں اور اس مرکزِ ہدایت سے روحانی فیض پاتے ہیں۔ ایک عاشقِ صادق اپنی باطنی آنکھ سے جب اس شہر پر نظر ڈالتا ہے تو وہ ذہنی اور نفسیاتی طور پر عہدِ رسالت میں سانس لینے لگتا ہے۔ سچی رہنمائی کے طلب گار آتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں گناہوں کی کثرت نے تاریکی پیدا کر دی ہے، وہ دیدارِ رسولؐ کی شمع سے دل کو روشن کر لیتے ہیں۔ نظارے ایسے دیدنی ہیں صبح و شام پر بھی اس کا اثر ہے۔ یہاں کی صبح بھی انتہائی روشن ہے۔ یہاں کی شام کے بھی کیا کہنے! یہاں رات کو نکلنے والے حسین چاند کی تابنا کی اپنی مثال آپ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ چاند اور سورج نے چمک دمک اسی شہرِ مقدس سے پائی ہے۔

شعر ۴: نام جنّت کا تم نے سنا ہے، میں نے اُس کا نظارہ کیا ہے
میں یہاں سے تمھیں کیا بتادوں، اُن کی نگری کی گلیوں میں کیا ہے

تشریح: اہلِ ایمان کو اللہ پاک کی طرف سے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ وہ جنت ہے جو حساب کتاب کے بعد خوش نصیبوں کے حصے میں آئے گی؛ جہاں راحتوں اور اطمینان کی فراوانی ہے۔ اس جنت کے استعارے سے مدینۃ النبیؐ کو مراد لیتے ہوئے شاعر لوگوں سے کہہ رہے ہیں مدینہ کی گلیاں اور وہاں کا منظر جنت ہی کی ایک جھلک ہے۔ وہ نظارہ ایسا دلکش اور حسین ہے کہ دیکھ کر زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ جلوٹ کر آ جاتے ہیں تو بھی روحانی طور پر اُن ہی گلیوں کی سیر کر رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی اشتیاق کی آگ کو ٹھنڈا

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

کرتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ ان نظاروں کو لفظوں کے حصار میں قید کر دیا جائے۔ بس اتنا سمجھ لو جس جنت کا تم ذکر سنتے آئے ہو، روضۂ اقدسؐ اپنے انوار اور مدینے کی گلیاں اپنے جلوؤں کے سبب جنت کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ اس روضہ کے قریب ایک احاطے کو حدیث مبارکہ کے مطابق جنت کا ٹکڑا فرمایا گیا۔

شعر ۵: کتنا پیارا ہے موسم وہاں کا، کتنی پُرکیف ساری فضا ہے
تم مِرے ساتھ خود چل کے دیکھو، گردِ طیبہ بھی خاکِ شِفا ہے

تشریح: شاعر فرمارہے ہیں کہ مسلسل برستے ہوئے انوار نے یہاں کے موسم اور ماحول پر بھی اثر ڈالا ہے۔ مدینہ طیبہ کی عظمت اور بڑائی کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ روحانی طور پر بیمار لوگوں کی طبیعتوں پر بھی اس خوش گوار تبدیلی کا اثر ہوتا ہے۔ یہاں کی پرنور اور پرکیف فضائیں تراوٹ بخشتی ہیں۔ یہاں کی خوشبو جذبات و احساسات میں انقلاب لاتی ہے۔ رنگ و نور میں ڈوبی ہوئی فضا انگ انگ میں مسرت اور شادمانی کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ شاعر ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اس شہرِ مقدس کے موسم اور ماحول کا فیض اپنی جگہ تو ہے ہی، یہاں کی مٹی نے بھی ہمیں اپنے فیض سے محروم نہیں رکھا ہے۔ یہاں کی خاک بھی بیماروں کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

شعر ۶: مُستقل اُن کی چوکھٹ عطا ہو، میرے معبود یہ التجا ہے!
کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں، بابِ جبریل میرا پتا ہے!

تشریح: شاعر اللہ پاک سے مناجات کرتے ہوئے کہتے ہیں ربا! مجھے دنیاوی آسائشوں کی کوئی طلب نہیں ہے۔ میری روح کی بہار حضورؐ کی ذات سے جڑی ہے۔ کوئی خواہش اگر ہے تو یہ ہے کہ ایسا بندوبست ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ روضۂ انور کے قریب ہو اور میں ہمیشہ اُن کی چوکھٹ کا ہو رہوں۔ میں دنیا کے کسی منصب کو اپنے لیے لائقِ فخر اور باعثِ مسرت نہیں سمجھتا، البتہ میری شناخت حضور پاک ﷺ کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے ہو اور میرا قیام رسول اللہ ﷺ کے قدمین شریفین میں ہو تو اس سے بڑھ کر سعادت کی کوئی بات نہیں۔ مجھے اس بات پر ناز ہوگا کہ لوگ مجھ سے میرا ٹھکانہ پوچھیں تو میں انھیں اپنا پتہ بابِ جبریل بتاؤں۔

مشق

سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) نعت میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کے منصب کو کس دلیل سے بلند ثابت کیا گیا ہے؟

(جواب) آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کا منصب اس لیے بلند ہے کہ انبیائے کرام جو بنی نوعِ انسان میں سب سے مقبول اور برگزیدہ ہستی ہیں، ان کے بھی امام آپ ﷺ ہیں۔ کل انبیائے کرام پر آپ ﷺ کو ایسی فضیلت حاصل ہے کہ اس فضیلت میں آپ ﷺ کا شریک نہیں۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(ب) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کے رتبے کی حد بیان کرنے سے ہم کیوں قاصر ہیں؟

(جواب) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کی توصیف وثنا رب العالمین نے فرمائی ہے۔ وہی ذات اس ثنا کا صحیح حق ادا کر سکتی ہے۔ انسانی زبانیں آپ ﷺ کی عظمت بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ الفاظ کی محدود دنیا رحمۃ اللعالمین ﷺ کے رتبے کی حد بیان نہیں کر سکتی۔ سادہ لفظوں میں یہ کہنا پڑتا ہے اللہ عزوجل کی ذات لامحدود و بے کراں ہے لہٰذا آپ ﷺ کی ذات گرامی اللہ کے بعد کائنات میں سب سے بلند وبالا ہے، جو انسانی عقل سے بالاتر ہے، جسے انسان سوچنے سے قاصر ہے۔

(ج) اس نعت میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کی کن کن پہلوؤں سے تعریف بیان کی گئی ہے؟

(جواب) شاعر نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو سب سے بلند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے شہر کو ہدایت اور فیض کا سرچشمہ اور وہاں کے موسم اور ماحول، گلیوں کے نظاروں کو پُر کیف بیان کیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کا فیض ہے کہ مدینہ طیبہ کی خاک میں بھی شفا پائی جاتی ہے۔ یہ روح پرور ماحول شاعر کو تمام عمر اسی در سے وابستہ رہنے کی دعا کرواتا ہے۔

(د) ان تراکیب کی وضاحت کیجیے: نورالہدیٰ، شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، خاکِ شفا، عمرِ رواں۔

نورالہدیٰ: نور ہدایت، ہدایت کی روشنی، نجات کا راستہ۔ شہر مدینہ مراد ہے

شمس الضحیٰ: دن چڑھے کا سورج، چمکتا سورج۔ شہر مدینہ مراد ہے۔

بدرالدجیٰ: نہایت اندھیری رات کو روشن کرنے والا چاند۔ شہر مدینہ مراد ہے۔

خاکِ شفا: مدینے کی مٹی جس سے لوگ شِفا پاتے ہیں۔

عمرِ رواں: عمر جو ہر وقت وہر لحظہ رواں ہے۔ گزرتی ہوئی زندگی۔

سوال نمبر ۲: نعت کے تیسرے شعر کی تشریح کیجیے۔

(جواب) تشریحات میں تیسرے شعر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر ۳: اس نعت کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

(جواب) **مرکزی خیال:** حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ارفع، اعلیٰ اور بلند تر ہے۔ جملہ مخلوقات میں آپ ﷺ کا رتبہ فائق ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہر شے خواہ شہرِ نبی ہو، مسجدِ نبویؐ ہو یا وہاں کی خاک اور گلیاں؛ آپؐ کے فیض کی بدولت پُرکیف ہے۔ یہی نہیں، بلکہ آپ کی رحمتیں ان لوگوں کے ساتھ بھی خاص تعلق رکھتی ہیں جو زیارت کے لیے آتے ہیں۔ لہٰذا یہ تقاضا بالکل فطری ہے کہ جو ذاتِ گرامی اتنی مہربان اور شفقت کا پیکر ہو، اور جس کا فیض اس قدر عام ہو،

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

آتے ہیں۔ لہٰذا یہ تقاضا بالکل فطری ہے کہ جو ذاتِ گرامی اتنی مہربان اور شفقت کا پیکر ہو، اور جس کا فیض اس قدر عام ہو، اس کے آستانے میں اپنا ٹھکانہ کیوں نہ بنالیا جائے۔

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(۱) اس نعت میں "جلوہ گاہوں کا اک سلسلہ ہے" سے مراد ہے:

(الف) مکہ مکرمہ (ب) مدینہ منوّرہ ✓ (ج) سدرۃ المنتہیٰ (د) عرشِ عظیم

(۲) یہ نعت شاعری کی اس ہیئت میں لکھی گئی ہے:

(الف) مخمس (ب) مسدس ✓ (ج) رباعی (د) غزل

(۳) شاعر نے دعا میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگی ہے:

(الف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کی گلی کی

(ب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کی چوکھٹ کی ✓

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کی بستی کی ہوا کی

(د) نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہٖ وسلم کے در کی

(۴) شاعر نے اپنا پتا بتایا ہے:

(الف) بابِ فہد (ب) بابِ جبرئیل ✓ (ج) بابِ عزیز (د) بابِ رحمت

(۵) طیبہ نام ہے:

(الف) مکہ مکرمہ کا (ب) جدہ کا (ج) مدینہ منورہ کا ✓ (د) ریاض کا

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

پابند نظمیں

رہے نام اللہ کا

نظیر اکبرآبادی

پیدائش ۱۷۳۵ء ۔وفات ۱۸۳۰ء

تعارف شاعر: نظیر اکبرآبادی کو شاعری کی دنیا میں عوامی شاعر کا درجہ حاصل ہے، کیوں کہ آپ نے اردو شاعری کو عوامی زبان اور عوامی مسائل سے روشناس کرایا۔ آپ کی شاعری میں تہوار، موسم، میلے ٹھیلے، کھانوں کا ذکر، لباس، انسانی رویے وغیرہ کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ آپ کی مشہور نظموں میں بنجارہ نامہ، ہنس نامہ، آدمی نامہ، برسات کی بہاریں، تل کے لڈو، جاڑا، ہولی، دیوالی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے طویل نظموں کے علاوہ نہایت خوب صورت غزلیں بھی لکھی ہیں۔ نظیر اکبرآبادی ذخیرہ الفاظ کے تعلق سے ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

مرکزی خیال: نظیر اکبرآبادی کی یہ نظم اللہ تعالٰی کی ذات بے کراں اور لا فانیت کے گرد گھومتی ہے کہ وہی ذات باری ازل سے پہلے اور ابد کے بعد بھی رہے گی۔ یہی وہ نام ہے جس کی حکومت نہ جانے کب سے ہے۔ اور نہ جانے کب تک رہے گی۔ اور اسی صفت پر ایمان رکھنا معراج انسانیت ہے۔ کائنات کتنی بھی کروٹیں لے، کتنی ہی بہاریں آئیں، کتنی ہی خزائیں گزریں انسان ترقی کی کتنی ہی بلندیوں پر چلا جائے لیکن زوال ہر چیز کا مقدر ہے۔ ہر چیز کو فنا ہو جانا ہے۔ باقی رہے گا تو صرف اللہ کا نام کہ اُس نے خود یہ فیصلہ کر دیا ہے اللہ ہو باقی من کل فانی۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مقدور	اختیار	زردار	دولت مند	بے زر	غریب/مفلس
گردش ایام	مصیبت کے دن	عیش	خوشی	آرام	سکھ
چرخ	آسمان	ازرق	نیلا	مُعلق	لٹکا ہوا
لوح و قلم	قلم و تختی	عرش بریں	سب سے اونچا آسمان	ہُو حق	ویرانی
ٹھاٹ	شان و شوکت	آغاز	شروع/ابتدا	شے	چیز
عیار	چالاک/ہوشیار	مکر	دھوکا/فریب	دغا	مکاری/بے ایمانی
آن	یکا یک	حیلہ	بہانہ/چال	دام	جال/پھندا
عالم	دنیا/کائنات	کوڑی	سب سے چھوٹا سکہ	لکھ	لاکھ

پست	حقیر	حجرہ	کمرہ/کوٹھری	در و بام	دروازہ اور چھت
بادِ خزاں	خزاں کی ہوا	پات	پتا/ درخت	فانی	فنا ہونے والا
خار	کانٹا	دھول	گرد/ خاک	خمسہ	پانچ

حوالہ نظم: یہ بند نظیر اکبر آبادی کی نظم "رہے نام اللہ کا" سے لیا گیا ہے جو مسدس کی شکل میں ہے۔

بند(۱):

دنیا میں کوئی خاص نہ کوئی عام رہے گا　　نے صاحب مقدور نہ ناکام رہے گا
زردار، نہ بے زر، نہ بد انجام رہے گا　　شادی، نہ غم گردشِ ایام رہے گا
نے عیش نہ دکھ درد، نہ آرام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے گا

تشریح: اس بند میں نظیر اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے۔ ہر چیز کا مقدر زوال ہے۔ انسان کے سامنے ہر وقت یہ حقیقت رہنی چاہیے کیوں کہ یہی وہ سہارا ہے جو انسان کو غرور و تکبر سے بچا لیتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ دنیا میں لوگوں کے انجام پر نظر رکھے۔ تو اسے معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں ہر خاص و عام، ہر کامیاب شخص، ہر ناکام آدمی، ہر دولت مند، ہر مفلس کا انجام موت ہے، اسی طرح دنیا کی مختلف کیفیتیں بھی زوال کا شکار ہوتی ہیں۔ نہ خوشی ہمیشہ رہتی ہے نہ غم۔ نہ ناکامیاں نہ عیش نہ دکھ درد۔ سب کچھ ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔ باقی رہتا ہے تو صرف اللہ کا نام۔ تو انسان کو چاہیے کہ ان فانی چیزوں سے دل لگانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھے۔

بند(۲):

یہ چرخ دکھاتا ہے پڑا گنبدِ ازرق　　یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے ہیں مُعلّق
لوح و قلم و عرشِ بریں، ثابت و مُطلق　　سب ٹھاٹ، یہ اک آن میں ہو جائے گا ہُو حق
آغاز کسی شے کا نہ انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے

تشریح: اس بند میں نظیر اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ آسمان پر نگاہ ڈالو تو وہ ایک ایسے بے کراں حسین گنبد کی مانند دکھائی دیتا ہے جس میں چاند، سورج، ستارے بغیر کسی سہارے کے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ کائنات کے زمانہ تخلیق کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اُس وقت سے لے کر آج تک یہ سورج، چاند، ستارے، آسمان اپنا جلوہ بکھیر رہے ہیں لیکن ان کا انجام بھی ایک ہی لمحے میں تباہی اور بربادی ہے۔ یہ سب کا سب اس وقت تک اپنی بہار دکھا رہا ہے جب تک مالکِ کُل کو ان کی سلامتی منظور ہے۔ جس وقت بھی اُس نے زوال کا اشارہ کیا ہر آغاز و انجام زمیں بوس ہو جائے گا۔ رہے گی تو صرف اللہ ہی کی ذات اور اُسی کا نام۔

بند(۳):

اب دل میں بڑے اپنے جو کہلاتے ہیں عیّار — سو مکر و دغا کرتے ہیں اِک آن میں تیّار
جب آ کے فنا ڈالے گی سر کے اُپر اِک وار — اِک وار کے لگتے ہی یہ ہو جاویں گے سب پار
نے مکر، نہ حیلہ، نہ کوئی دام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے

تشریح: اس بند میں نظیر اکبرآبادی لکھتے ہیں کہ یہ انسان عیش وعشرت اور آرام وآسائش حاصل کرنے کے لیے نہ جانے کتنے روپ بدلتا ہے، طرح طرح کی عیاریاں کرتا ہے، کیسے کیسے فریب کے جال بُنتا ہے اور اس میں کھو کر اپنے انجام کو بھول جاتا ہے جب کہ یہ حقیقت ہے کہ موت کا ایک ہی وار اتنا شدید ہوتا ہے کہ انسان کو کوئی سہارا بچا نہیں پاتا، اُس کی ساری عیاریاں مکاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ لیکن اللہ کا نام اپنی جگہ قائم ودائم رہتا ہے۔

بند(۴):

اب جتنی کھڑی دیکھو عالَم میں عمارات — یا جھونپڑے دو کوڑی کے یا لکھ کے محلات
کیا پست، مکاں، کیا یہ ہوا دار مکانات — اِک اینٹ بھی ڈھونڈے کہیں آنے کی نہیں بات
دالان، نہ حجرہ، نہ در و بام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے

تشریح: اس بند میں نظیر اکبرآبادی لکھتے ہیں کہ انسان اپنے رہنے کے لیے بڑی بڑی عمارتیں، مضبوط محل، وسیع وعریض قلعے بناتا ہے۔ غرض یہ کہ کائنات میں ہر طرف بنی ہوئی یہ چھوٹی بڑی عمارتیں، غریبوں اور امیروں کے مکانات اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ انسان ان میں رہ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ لیکن یہ عمارتیں ہوا کہ ایک تیز جھونکا بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ ایک ہی جھٹکے میں ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جاتی ہیں اور مٹی کا ڈھیر ہو جاتی ہیں۔ یہ کیفیت اس بات کی شہادت ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو عروج سے پہلے بھی تھا اور زوال کے بعد بھی رہے گا۔ وہی اللہ ہے۔

بند(۵):

یہ باغ وچمن اب جو ہر اِک جا ہیں رہے پھول — یہ شاخ یہ غنچے، یہ ہرے پات، یہ پھل پھول
آ جاوے گی جب بادِ خزاں ان کے اُپر بھول — ہر خار کی، ہر پھول کی، اُڑ جاوے گی سب دھول
نے زرد، نہ سرخ اور نہ سیہ فام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے

تشریح: اس بند میں نظیر اکبرآبادی کہتے ہیں کہ اس دنیا کی خوب صورتی میں پھول پتوں، درختوں اور ہریالی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ چمن میں کھلے ہوئے یہ حسین رنگ برنگے پھول لہلہاتی ہوئی شاخیں اُن پہ لٹکتے ہوئے پھل، کھلتے ہوئے پھول عجب طرح کی بہار دکھاتے ہیں

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

لیکن جب یہی حسن و جمال خزاں کی زد پر آتا ہے تو نہ پھول باقی رہتا ہے اور نہ کانٹے۔ نہ سبزہ رہتا ہے، نہ زرد رنگ۔ نہ سرخ اور نہ سیاہ۔ آن کی آن میں سب کچھ فنا ہو جاتا ہے۔ باقی رہتی ہے تو اللہ کی ذات اور اُس کا نام۔

بند(۶):

یہ شعر و غزل اب جو بناتے ہیں زبانی آگے بھی بہت چھوڑ گئے اپنی نشانی
دیوان بنایا، کوئی قصہ کہ کہانی کچھ باقی نظیر اب نہیں، سب چیز ہے فانی
خمسہ، نہ غزل، فرد، نہ ایہام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے

تشریح: اس بند میں نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے اس دنیا کی مختلف کیفیتوں اور منظر کی کہانی کہنے والے آتے رہے ہیں، کوئی شاعری میں یہ داستان سنا کہ چلا گیا، کوئی قصے کہانیوں میں اپنی نشانی چھوڑ گیا لیکن یہ سب کچھ فانی تھا۔ کچھ عرصے کے لیے اپنی بہار دکھا کر رخصت ہو گیا۔ دنیا چلتی جارہی ہے۔ شاعر، ادیب، قصہ گو آرہے ہیں اور اپنا کہا دنیا میں چھوڑ کر واپس جارہے ہیں۔ نظیر بھی اپنی شاعری کی بہار دکھا کر ایک دن چلا جائے گا۔ باقی رہے گا تو اللہ کا نام۔

مشق

سوال نمبر ۱: **درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:**

(الف) **ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم کیا کہلاتی ہے؟**

(جواب) ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم مسدس کہلاتی ہے۔ مسدس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں۔

(ب) **نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے:**

(جواب) اس نظم میں چھ بند ہیں، جسے نظیر اکبر آبادی نے مسدس کی شکل میں لکھا ہے۔ جس کا عنوان "رہے نام اللہ کا" رکھا ہے۔ نظیر اکبر آبادی اس نظم میں اللہ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کائنات کی تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ جو باقی رہنے والی ذات ہے وہ اللہ کی ہے۔ یعنی تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے۔ دنیا میں جو بھی آیا ہے اُسے واپس جانا ہے چاہے وہ کوئی خاص ہو یا عام، زر، زن، زمین، اچھا، برا سب اس کائنات سے رخصت ہو جائیں گے۔ جتنے بھی مکر و فریب کرنے والے آپ اپنے دام میں پھنس جائیں گے۔ جتنی عمارتیں، محلات اور جھونپڑے ہیں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ باغ، چمن، پھول، پھل شاخ، غنچے ان پر خزاں آجائے گی تو کانٹے اور پھول سب دھول کی مانند اُڑ جائیں گے اور سرخ و سیاہ کوئی بھی رنگ باقی نہیں رہے گا۔ جو شاعر ہیں، غزل اور شعر لکھتے ہیں ان سے پہلے بھی لوگ شاعری کرتے تھے، جنھوں نے دیوان لکھے، قصہ کہانیاں لکھیں نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ کچھ بھی باقی نہیں رہا سب چیزیں فانی ہیں اور صرف باقی رہنے والی ذات اللہ کی ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(ج) نظم کا مرکزی خیال لکھیے:

(جواب) نظم کا مرکزی خیال حوالہ شاعر کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

(د) نظم کے پہلے، چوتھے اور پانچویں بند کی تشریح کیجیے۔

(جواب) نظم کے پہلے، چوتھے اور پانچویں بند کی تشریح نظم کی تشریحات میں ملاحظہ ہوں۔

سوال نمبر ۲: لغت/تھیسارس سے الفاظ "دالان، حجرہ اور در و بام" کے متبادل لفظ تلاش کر کے لکھیے:

(جواب) (۱) دالان: صحن، برآمدہ، ایوان، پیش گاہ و رانڈہ

(۲) حجرہ: وہ خلوت خانہ جس میں بیٹھ کر عبادت کی جائے۔ کمرہ، کوٹھری، بیٹھک، چوپال

(۳) دروازہ اور چھت، رہنے کی جگہ، گھر۔

سوال نمبر ۳: اس نظم کے آخری بند میں کون کون سی شعری اصطلاحات پائی جاتی ہیں؟

(جواب) اس شعر کے آخری بند میں شعر، غزل، دیوان، خمسہ، فرد اور ایہام کی شعری اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۴: اس نظم میں شامل متضاد الفاظ کی نشان دہی کیجیے:

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد	الفاظ	متضا
خاص	عام	مقدور	ناکام	زردار	بے زر
شادی	غم	آغاز	انجام	باقی	فانی

سوال نمبر ۵: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) لفظ صاحبِ "مقدور" کے معنی ہیں:

(الف) حیثیت والا (ب) قدرت والا ✓ (ج) تقدیر والا (د) مقدر والا

(۲) اس نظم کے پہلے بند کی ردیف ہے:

(الف) عام (ب) رہے گا ✓ (ج) نہ (د) رہے نام اللہ کا

(۳) اس جوڑے میں صنعتِ تضاد پائی جاتی ہے:

(الف) زردار، بے زر ✓ (ب) چاند، سورج (ج) لوح، قلم (د) پھل، پھول

(۴) لفظ "ارزق" کا درست تلفظ ہے:

(الف) ارزِق (ب) اَرزَق ✓ (ج) اِرزَق (د) اِزرِق

(۵) اس نظم میں لفظ "دام" کے معنی ہیں:

(الف) قیمت (ب) دھوکا (ج) ہمیشہ (د) جال ✓

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

داستان تیاری میں باغ کی (مثنوی)

میر حسن

پیدائش ۱۷۲۷ء ۔ وفات ۱۷۸۶ء

تعارف شاعر: میر حسن دہلوی کا اصل نام میر غلام حسن تھا۔ ان کے والد میر غلام حسین ضاحک مشہور شاعر تھے۔ میر حسن دہلوی نے ابتدا میں اپنے والد سے درسی کتابیں پڑھیں اور انھیں کے فیض سے شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ابتدا میں شاعری کی اصلاح وہ اپنے والد سے لیا کرتے تھے۔ بعد میں خواجہ میر درد سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ کچھ عرصہ مرزا سودا سے بھی اصلاح لیتے رہے۔ بعد میں میر ضیاء الدین ضیا جو مرزا سودا کے خاص شاگرد تھے میر حسن لکھنؤ آنے کے بعد ان سے اپنی غزلوں پر اصلاح لیا کرتے تھے۔ میر حسن نے اردو زبان وادب اور شعر وسخن میں تو پوری دسترس حاصل کر لی تھی۔ میر حسن اپنی مثنویات میں تمام علمی، ادبی رعنائیوں کو بھی سموتے ہیں۔ ان کے یہاں نفاست، شائستگی، شگفتگی اور برجستگی پائی جاتی ہے۔ میر حسن اپنی مثنوی میں روزمرہ، محاورہ، چٹخارہ، تشبیہات، تلمیحات اور اشارات وکنایات کو نہایت مہارت وخوب صورتی سے نبھاتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں دیوان میر حسن، تذکرہ شعرائے اردو، مثنوی سحرالبیان شامل ہیں۔

مرکزی خیال: یہ نظم دراصل میر حسن کی مشہور مثنوی سحرالبیان کا ایک اقتباس ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ شہزادہ بے نظیر نے ایک حسین وجمیل باغ ترتیب دیا ہے جس کا یہ سارا منظر نامہ ہے۔ شاعر نے اس منظر نامے میں اپنی قادرالکلامی سے جو حسن پیدا کیا ہے وہ جزئیات نگاری کی اعلیٰ مثال ہے۔ اسے پڑھ کر قاری اپنے آپ کو اُس باغ میں سیر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے جس کی تیاری میں شہزادہ بے نظیر نے قدم قدم پر جمالیات کا وہ سلسلہ تخلیق کیا ہے کہ نظر ہٹائے نہیں ہٹتی۔ اسی حسن وجمال کو میر حسن نے اس نظم کے ابتدائی شعر میں اس طرح سمویا ہے:

دیا شہ نے ترتیب ایک خانہ باغ ہوا رشک سے جس کے لالے کو داغ

یعنی بادشاہ نے اتنا حسین وجمیل باغ ترتیب دیا ہے کہ جس کو دیکھ کر پھول پودے بھی رشک وحسد سے جلے جا رہے ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
در	دروازہ	زربفت	سونے اور ریشم کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا	چقیں	سرکنڈوں سے بنا ہوا پردہ
زرنگار	قیمتی کپڑا	دست بستہ	ہاتھ باندھے ہوئے	اٹکا	رکنا
قمری	فاختہ جیسا پرندہ	مقیش	سونے چاندی سے بنا ہوا چپٹا تار	زہ	کنارہ

نگاہ	نظر	محال	مشکل/کٹھن	مغرق	چمکتا ہوا/جگمگا تا ہوا
گُل کاریاں	بیل بوٹے بنے ہونا	چوگنا	چارگنا	مخمل	نہایت نرم کپڑا
لخلخہ	قندیل	مدام	ہمیشہ/دائم	معطر	خوشبودار/مہکتا ہوا
مشام	دماغ	چوپڑ	چوکور/مربع	قرینے	ترتیب سے
سروسہی	سرو کا وہ پیڑ جو سیدھا کھڑا ہوتا ہے	سیب وبہی	پھلوں کے نام	نرگس ویاسمین	پھولوں کے نام
نسترن	ایک قسم کا گلاب جس کے پھول سفید اور خوشبودار ہوتے ہیں	آب جو	ندی/نہر		

حوالہ نظم: یہ بند میر حسن کی نظم "داستان تیاری میں باغ کی" سے لیا گیا ہے۔

بند(۱):

عمارت کی خوبی، دروں کی وہ شان — لگے جس میں زربفت کے سائبان
چقیں اور پردے بندھے زرنگار — دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا — کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریاں سر بہ سر — کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر

تشریح: اس بند میں میر حسن لکھتے ہیں کہ اُس باغ کے اندر داخل ہو کر جو حسن و جمال دکھائی دیتا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اس عمارت میں جگہ جگہ قیمتی ترین کپڑے کے سائبان لگے نظر آتے ہیں۔ دروازوں پر پڑی چق اور پردے سونے کے تار سے بندھے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ان دروازوں پر بہار ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ کوئی پردہ ڈوری سے لٹکا ہوا ہے، کوئی دروازے پر اٹکا ہوا ہے اور کوئی نہایت خوبی سے کیل پر ٹنگا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک چاندی کے تاروں سے بُنی وہ ڈوریاں بندھی ہوئی ہیں کہ سر اُٹھا کہ دیکھو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان تاروں میں چاند چمک رہا ہو۔

بند(۲):

چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال — نگہ کو وہاں سے گزرنا محال
سنہری، مغرق چھتیں ساریاں — وہ دیوار اور در کی گُل کاریاں
دیے چار سُو آئنے جو لگا — گیا چوگنا لطف اُس میں سما
وہ مخمل کا فرش اُس کا ستھرا کہ بس — بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس

تشریح: اس بند میں میر حسن لکھتے ہیں کہ دروازوں پر پڑی چقیں نہایت حسین ہیں، لیکن اس میں سے نگاہ گزر کہ اندر کا کوئی نظارہ نہیں دیکھ سکتی۔ چھتوں پر نظر ڈالو تو وہ سنہری رنگوں سے سجی ہیں، دیواروں کو دیکھو تو نہایت حسین و جمیل پھول پتیاں، سجی ہوئی ہیں اور اس حسین منظر پر ہر طرف آئینے لگائے گئے ہیں جو اس سارے منظر کا عکس خود میں سما کر دُگنا چار گنا کر رہے ہیں۔ زمین پر ایسا گداز اور خوب صورت مخمل بچھا ہوا ہے کہ اس کے بعد کچھ اور دیکھنے کی ہوس باقی نہیں رہتی۔

بند (۳):

رہیں لخلخے اُس میں روشن مدام — معطّر شب و روز جس سے مَشام
بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر — گئی چار سُو اُس کے پانی کی لہر
قرینے سے گِرد اُس کے سروِ سہی — کُچھ اک دُور دُور، اُس سے سیب و بہی
چمن سے بھرا باغ، گُل سے چمن — کہیں نرگس و گُل کہیں یاسمن

تشریح: اس بند میں میر حسن لکھتے ہیں کہ روشنی کا انتظام ایسا ہے کہ اندھیرا ہونے ہی نہیں پاتا، ہر طرف ایک خوشبو پھیلی رہتی ہے، درمیان میں سنگ مرمر سے بنی پانی کی نہر رواں دواں ہے جس میں اُٹھنے والی لہریں اس کی شفافیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اس نہر کے کنارے صرف کے اونچے اونچے درخت اس کی خوب صورتی کو بڑھا رہے ہیں، کچھ فاصلے پر پھلوں سے لدے درخت موجود ہیں۔ اس سلیقے کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ جگہ جگہ حسین و جمیل پھول کھلے ہوئے ہیں، کہیں نرگس ہے تو کہیں یاسمین کے پھول رونق بڑھا رہے ہیں۔

بند (۴):

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا — کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
کہیں جعفری اور گیندا کہیں — سماں شب کو داؤ دیوں کا کہیں
کہیں زرد نسریں، کہیں نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن
پڑی آب جُو، ہر طرف کو بہے — کریں قُمریاں سَرو پر چہچہے

تشریح: اس بند میں میر حسن لکھتے ہیں کہ اس خوب صورت باغ میں کھلے ہوئے رنگ برنگے پھول جو حسن و جمال پیدا کر رہے ہیں اُس کے بیان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کون سا پھول ہے جو یہاں اپنی بہار نہیں دیکھا رہا۔ چنبلی، موتیا، موگرا، رائے بیل، جعفری، گیندا، داودی، نسرین، نسترن غرض یہ کہ چوبیس گھنٹے ہر ہر پہر میں مختلف پھول اپنے رنگ اور خوشبو برساتے ہیں۔ اور انھی رنگوں کے درمیان بہتی ہوئی نہر اور صرف کے درختوں پر چہچہاتے ہوئے پرندے جو سما پیدا کر رہے ہیں وہ واقعی شہزادہ بے نظیر کے ذوق عالی کی بہترین مثال ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) اگر کسی منظوم کلام کا عنوان بھی ہو تو اُسے کیا کہتے ہیں؟

(جواب) اگر کسی منظوم کلام کا عنوان ہو تو اُسے نظم کہتے ہیں۔

(ب) اس نظم کی شعری خوبیاں بتائیے:

(جواب) میر حسن کو مناظر قدرت سے بڑی دلچسپی ہے۔ اس لیے اس مثنوی میں میر حسن مناظر کی جمالیاتی کیفیات کو بیان کر رہے ہیں۔ قدرتی مناظر کی تصویر کشی میں حقیقت اور زبان کی سادگی نے اس نظم کو خوب صورت بنا دیا ہے۔ شاعر نے اس نظم میں تشبیہات و استعارات، حسن تعلیل، محاورات، تراکیب وغیرہ کا استعمال بڑی خوبی سے کیا ہے۔

(ج) اس نظم کے چار پسندیدہ شعر لکھیے اور پسند ہونے کی وجہ بھی تحریر کیجیے۔

(جواب)

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا — کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
کہیں جعفری اور گیندا کہیں — سماں شب کو واؤ دیوں کا کہیں
کہیں زرد نسریں، کہیں نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن
پڑی آب جو، ہر طرف کو بہے — کریں قُمریاں سَرو پر چہچہے

مندرجہ بالا چار اشعار میر حسن کی مثنوی "داستان تیاری میں باغ کی" کے ہیں پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ اس شعر میں جس طرح میر حسن نے شاعرانہ فن اور منظر نگاری کے ذریعے باغ کی سجاوٹ کا احوال لکھا ہے وہ بہت خوب ہے۔ یہاں پھول اور ان کا رنگ روپ ہی دیدہ زیب نہیں ہے بلکہ ان کے نام بھی دلفریب ہیں اور ان کی رنگینیوں میں تہذیبی رنگا رنگی کی بہار بھی موجود ہے۔

(د) اس نظم کا خلاصہ بیان کیجیے۔

(جواب) **خلاصہ نظم:** میر حسن کی نظم "داستان تیاری میں باغ کی" میر حسن کی مشہور داستان "سحر البیان" سے لی گئی ہے۔ یہ اردو کی بہترین مثنوی اور اعلیٰ درجہ کی بیانیہ نظم ہے۔ اس نظم کا بنیادی موضوع بے نظیر اور بدر منیر کے حسن و عشق کا افسانہ ہے۔ غرض میر حسن نے اس مثنوی میں انسانی زندگی کے بنیادی معاملات کو ہر جگہ نمایاں کیا ہے۔ "داستان تیاری میں باغ کی" جس طرح میر حسن دہلوی نے اس قصہ میں باغ کی تیاری کا منظر کھینچا ہے وہ انتہائی پُر اثر ہے جس میں بادشاہ نے ایک حسین و جمیل باغ سجایا ہے کہ جس کو دیکھ کر پھول پودے بھی رشک و حسد کرنے لگے ہیں۔ اُس باغ کے اندر داخل ہو کر جو حسن و جمال دکھائی دیتا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اس عمارت میں جگہ جگہ قیمتی کپڑے کے سائبان لگے ہوئے ہیں۔ دروازوں پر پڑی چق اور پردے سونے کے تاروں سے بندھے ہوئے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان دروازوں پر بہار ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ کوئی پردہ ڈوری سے لٹکا ہوا ہے، کوئی دروازے پر اٹکا ہوا ہے اور کوئی نہایت خوبی سے کیل پر ٹنگا ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

شروع سے آخر تک چاندی کے تاروں سے بنی ڈوریاں بندھی ہوئی ہیں کہ سر اُٹھا کر دیکھیں تو لگتا ہے کہ جیسے ان تاروں میں چاند چمک رہا ہو۔ دروازوں پر حسین چقیں پڑی ہیں، مگر کسی کی نگاہ اس میں سے گزر کر اندر کا کوئی نظارہ نہیں دیکھ سکتی۔ چھتیں سنہری رنگوں سے سجی ہیں، دیواروں پر نہایت حسین و جمیل پھول پتیاں بنی ہوئی ہیں اور اس حسین منظر کو قید کرنے کے لیے ہر طرف آئینے لگائے گئے ہیں جو اس سارے منظر کا عکس خود میں سما کر کئی گنا بڑھا رہے ہیں۔ زمین پر خوب صورت زم مخمل بچھا ہوا ہے۔ اس کے بعد کچھ اور دیکھنے کی ہوس باقی نہیں رہتی۔ روشنی کا ایسا انتظام ہے کہ اندھیرا ہونا ممکن نہیں، ہر طرف ایک خوشبو پھیلی ہوئی ہے، درمیان میں سنگ مرمر سے بنی پانی کی نہر میں اُٹھنے والی لہریں شفافیت میں اضافہ کر رہی ہیں۔ نہر کے کنارے اونچے اونچے درخت اس کی خوب صورتی بڑھا رہے ہیں۔ کچھ ہی فاصلے پر پھلوں سے لدے ہوئے درخت ہیں۔ جگہ جگہ حسین و جمیل پھول کھلے ہیں، کہیں نرگس ہے تو کہیں یاسمین کے پھول اس باغ کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ اس خوب صورت باغ میں رنگ برنگے پھول جو حسن و جمال پیدا کر رہے ہیں اُسے بیان کرنا ممکن نہیں۔ کون سا پھول ہے جو یہاں اپنی بہار نہیں دکھا رہا۔ چنبلی، موتیا، موگرا، رائے بیل، جعفری، گیندا، داودی، نسرین، نسترن غرض یہ کہ ہر ہر پہر میں مختلف پھول اپنے رنگ اور خوشبو پھیلا رہے ہیں۔ اور انھی رنگوں کے درمیان بہتی ہوئی نہر اور صرف کے درختوں پر چہچہاتے پرندے جو سماں پیدا کر رہے ہیں وہ واقعی شہزادہ بے نظیر کے ذوق کی بہترین مثال ہے۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کے تیرھویں شعر کی تشریح کیجیے۔

(جواب)

چمن سے بھرا باغ، گُل سے چمن	کہیں نرگس و گُل کہیں یاسمن

درج بالا شعر میں میر حسن کہہ رہے ہیں کہ باغ میں جگہ جگہ حسین و جمیل پھول کھلے ہوئے ہیں، کہیں نرگس ہے تو کہیں یاسمین کے پھول باغ کی رونق بڑھا رہے ہیں۔

سوال نمبر ۳: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(۱) دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ۔۔۔ ہوا رشک سے جس کے لالے کو داغ۔ اس شعر میں یہ صنعت ہے:

(الف) مبالغہ (ب) تکرار (ج) تلمیح (د) **حُسنِ تعلیل ✓**

(۲) نظم داستان تیاری میں باغ کی ہیئت کے لحاظ سے ہے:

(الف) مسدس (ب) رباعی (ج) **مثنوی ✓** (د) مخمس

(۳) شعر "دیے چار سُو آئنے جو لگا۔۔۔ گیا چو گنا لطف اُس میں سما" میں صنعت ہے۔

(الف) تلمیح (ب) مبالغہ (ج) **تکرار ✓** (د) تضاد

(۴) لفظ "لخلخے" کے معنی ہیں:

(الف) ستارے (ب) **اگربتیاں ✓** (ج) الاو (د) تضاد

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(۵) نرگس، یاسمین، موگرا اور جعفری ہیں۔

(الف) زیور کے نام (ب) کپڑے کا نام (ج) درخت کا نام (د) پھولوں کے نام ✓

سوال نمبر ۴: درج ذیل الفاظ وتراکیب کے معنی بتایئے:

الفاظ وتراکیب	معنی
زربفت	ایک کپڑا جو سونے اور ریشم کے تاروں سے بُنتے ہیں، سونے چاندی کے تاروں سے بُنا کپڑا
مُقیش	(زردوزی) سونے چاندی سے بنا ہوا چپٹا تار۔ نیز بادلے کے تاروں سے کیا گیا کڑھائی کا کام ڈوریاں کلابتونی کھچی ہوئی، جھالریں مقیش کی۔
مَشام	سونگھنے کی قوت، وہ حس جس کے ذریعے بُو کا احساس ہو۔
دست بستہ	ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہونا۔ اطاعت وانکسار کے ساتھ
تارنظر	لگاتار دیکھنے کا عمل۔ نگاہ کا بار بار کسی طرف جانا
گُل کاری	پھول بوٹے جو کپڑے یا دیوار وغیرہ پر بناتے ہیں۔ نقاشی۔ بیل بوٹے کا کام، کشیدہ کاری
خانہ باغ	وہ باغ جو گھر کی چار دیواری میں ہوتا ہے۔ باغیچہ

حسن تعلیل: یہ شعر پڑھیے:

پیاسی جو تھی حسینؑ سپہ تین رات کی ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

اس شعر میں دریائے فرات کی لہروں کے ساحل سے بار بار "سر پٹکنے" یا سر مارنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر تین رات سے پیاسا تھا۔ دریائے فرات کو اس بات کا شدید صدمہ تھا کہ میں اس مقدس لشکر کی کوئی مدد نہیں کر پایا، اس غم اور افسوس کی وجہ سے دریائے فرات کی لہریں کنارے پر سر مار رہی تھیں۔ حال آں کہ قدرتی طور پر دریا کے پانی کی لہریں ہوا سے اٹھتی ہیں اور ساحل پر آ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر شاعر نے لہروں کے اس عمل کی وجہ افسوس اور صدمے کو قرار دیا ہے۔ شعر میں کسی بات کی ایسی وجہ بیان کرنا جو اصلی نہ ہو مگر حُسنِ بیان کے سبب حقیقی معلوم ہو "صنعتِ حُسنِ تعلیل" کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۵: آپ اس نظم میں "صنعتِ حُسنِ تعلیل" کا شعر تلاش کیجیے اور اس کی وضاحت کیجیے۔

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ ہُوا رشک سے جس کے لالے کو داغ

شاعر نے اس شعر میں میں اپنی قادر الکلامی سے جو حسن پیدا کیا ہے وہ جزئیات نگاری کی اعلیٰ مثال ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ شہزادہ بےنظیر نے ایک حسین وجمیل باغ ترتیب دیا ہے جس کا یہ سارا منظر نامہ ہے۔ اسے پڑھ کر قاری اپنے آپ کو اُس باغ میں سیر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے جس کی تیاری میں شہزادہ بےنظیر نے قدم قدم پر جمالیات کا وہ سلسلہ تخلیق کیا ہے کہ نظر ہٹائے نہیں ہٹتی۔ یعنی بادشاہ نے اتنا حسین وجمیل باغ ترتیب دیا ہے کہ جس کو دیکھ کر پھول پودے بھی رشک وحسد سے جلے جا رہے ہیں۔ اس شعر میں شاعر لالے کے پھول کا ذکر کر رہے ہیں جس میں سیاہ داغ ہوتا ہے۔ شاعر اس شعر میں صنعتِ حُسنِ تعلیل کا استعمال کیا ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

یارب! چمن نظم کو گلزارِ ارم کر (مرثیہ)

میر انیس

پیدائش ۱۸۰۳ء ۔ وفات ۱۸۷۴ء

تعارف شاعر: اردو کے بلند پایہ مرثیہ نگار میر ببر علی انیس کا تعلق فیض آباد لکھنو سے تھا۔ میر انیس کا تعلق ایک علمی و ادبی خانوادہ سے تھا۔ ان کے والد میر مستحسن خلیق بھی اردو کے ایک بڑے مرثیہ گو شاعر تھے۔ میر انیس نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ میر انیس نے ہوش سنبھالتے ہی شعر و سخن میں دلچسپی لینی شروع کردی۔ انھوں نے ابتدائی شاعری غزل سے شروع کی۔ پھر اپنے والد میر مستحسن خلیق کے کہنے پر مرثیہ کہنے لگے۔ میر انیس کا مرثیہ لکھنو کی تہذیبی ورثے کا عکاس ہے۔ زبان میں عربی، فارسی کی آمیزش، بیان میں رنگینی، عمدہ کردار نگاری اور جامع مکالمہ نگاری وہ اوصاف ہیں جنھوں نے مرثیہ نگاری کو ایک بھرپور نصاب فراہم کیا اور آج تک مرثیہ اسی انداز سے لکھا جاتا ہے۔ آپ نے مرثیہ نگاری کے علاوہ سلام نگاری میں بھی کمال حاصل کیا اور آپ کے بہت سے سلام آج بھی محفلوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ میر انیس سپہ گری، گھڑسواری، نیزہ بازی، تیغ زنی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی لکھنو میں ہی ہوا۔

مرکزی خیال: میر انیس کی یہ نظم دراصل اُن کے ایک مرثیہ کا اقتباس ہے جو ابتدائیہ سے لیا گیا ہے۔ اس نظم میں وہ میدانِ کربلا کا منظر نامہ اور اہل بیت کی عقیدت و احترام کو بے مثل استعاروں اور تشبیہات کے ذریعے شاعری کا حصہ بنا رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس قدر پُر اثر ہے کہ نظروں کے سامنے فلم سی چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس نظم میں میر انیس کی جمالیات، اُن کے زورِ بیان سے ہم آہنگ ہو کر شاعری میں تخلیق کے رنگ بکھیرتی نظر آتی ہے۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ارم	جنت	مبدا	اصل/آغاز	ابرِ کرم	رحمت کی بارش
زراعت	کھیتی	پرتو	عکس	اقلیم	سلطنت/ملک
برومند	بامراد	نکو	نیک	نظمِ ثریا	سات سہیلیوں کا جھمکا
گل تر	تازہ پھول	سماوات	آسمان	سمک	مچھلی
غواص	غوطہ خور	لآلی	قیمتی پتھر	گوہر	سچا موتی

حوالہ نظم: یہ بند عظیم مرثیہ نگار میر انیس کی نظم "یارب! چمن نظم کو گلزارِ ارم کر" سے لیا گیا ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

بند(۱):

یارب! چمن نظم کو گُل زارِ اِرم کر — تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
اے ابرِ کرم! خشک زراعت پہ کرم کر — گم نام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پرتَو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلم رَو سے نہ جائے

تشریح: اس بند میں میر انیس کہتے ہیں کہ اے خدا میری دعا ہے کہ میں جو نظم لکھنے جا رہا ہوں، تُو اُسے اپنے کرم کے فیض سے دوام بخش دے۔ میں ایک ایسا شاعر ہوں جس کی تخلیق کی کھیتی خشک پڑی ہے لیکن اگر تیرا کرم ہو جائے تو میں اس گمنامی سے نکل کر حیرت انگیز شعر کہنے والوں میں شمار ہو سکتا ہوں۔ لیکن شرط تیری توجہ ہے جب تک یہ مجھ پر رہے گی۔ شاعری کے آسمان پر میرے لفظ سورج کی طرح چمکتے رہیں گے اور میرے قلم کی روانی زندہ رہے گی۔

بند(۲):

اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری — ہر نخل برومند ہے یا حضرت باری
بلبل کی زباں پر ہے تری شکر گزاری — پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہوں عنایت چمن طبعِ نِکو کو
بلبل نے بھی سُونگھا نہ ہو جن پھولوں کی بُو کو

تشریح: اس بند میں میر انیس کہتے ہیں کہ اے خدا زندگی کے باغ میں ہر طرف تیرے فیض کا دریا رواں دواں ہے ہر شاخ، پھول، پودے اُس سے زندگی پا رہے ہیں۔ پرندے تیری شکر گزاری کے گیتوں میں مگن ہیں۔ اور ہم بھی اپنی محنت کا انعام پانے کے لیے تیری بارگاہ میں امیدوار ہیں۔ ہماری تجھ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی مہربانی سے وہ پھول عطا کر جن کی تازگی کسی پرندے کے حصے میں بھی نہ آئی ہو۔ اور ہمارے لفظوں کو وہ خوشبو عطا کر جو انھیں تا دیر مہکتا رکھے۔

بند(۳):

غوّاص طبیعت کو عطا کر وہ لآلی — اِک ایک لڑی نظمِ ثریّا سے ہو عالی
ہو جن کی جگہ تاجِ سرِ عرش پہ خالی — عالَم کی نگاہوں سے گرے قطبِ شمالی
سب ہوں دُرِ یکتا نہ علاقہ ہو کسی سے
نذران کی یہ ہوں گے جنھیں رشتہ ہے نبی ﷺ سے

تشریح: اس بند میں میر انیس لکھتے ہیں کہ میری طبیعت میں وہ روانی اور گیرائی عطا کر کہ میرا ایک ایک لفظ عروج کے اُس مقام پر ہو جسے عرش پر صرف میرے لیے مخصوص کیا گیا۔ زمانہ مجھے دیکھے تو اُسے قطب شمالی بھی میرے سامنے معمولی نظر آئے۔ مجھے وہ لفظ عطا کر جو ہر انداز سے منفرد ہوں کیوں کہ یہ الفاظ میں اہل بیت کی نظر کرنا چاہتا ہوں جو نبی سے رشتہ رکھتے ہیں۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

بند(۴):

بھر دے دُرِ مقصود سے اُس دُرجِ دہاں کو | آگاہ کر اندازِ تکلّم سے زباں کو
دریائے معانی سے بڑھا طبعِ رواں کو | عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حُسنِ بیاں کو
تحسیں کا سماوات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کانِ ملاحت، وہ نمک ہو

تشریح: اس بند میں میر انیس لکھتے ہیں کہ اے میرے خدا مجھ جیسے بے علم آدمی کی دعا ہے کہ اُسے اُس کا مقصد عطا ہو جائے۔ تو مجھے بات کرنے کے انداز سے واقف کروا دے۔ میری طبیعت میں علم کے موتی رواں دواں کر دے۔ میں جو کچھ کہوں وہ خوب صورتی کے اعلیٰ درجے پر ہو۔ زمین سے آسمان تک میری شاعری کا شور سنائی دے اور میرے لفظ جس جس کے کان میں بھی جائیں اُس کی سماعت کو حسن عطا ہو جائے۔

بند(۵):

تعریف میں چشمے کو سمندر سے ملا دوں | ذرّے کی چمک مہرِ منوّر سے ملا دوں
قطرے کو جو دوں آب تو گوہر سے ملا دوں | خاروں کو نزاکت میں گُلِ تر سے ملا دوں
گل دستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

تشریح: اس بند میں میر انیس لکھتے ہیں کہ اے خدا مجھے وہ صلاحیت عطا کر کہ میں چشمے کی تعریف کروں تو وہ سمندر سے بڑھ جائے، ذرہ کی چمک کا بیان کروں تو وہ سورج دکھائی دینے لگے۔ قطرے کی تعریف کروں تو وہ موتی نظر آئے۔ کانٹوں کی نزاکت کا بیان کروں تو وہ تازہ گلاب دکھائی دینے لگے۔ اے خدا مجھے وہ قوت بیان عطا کر کہ میں لفظ و معنی کے گلدستے کو نئے نئے پہلوؤں سے ترتیب دوں اور ایک ایک بات کو بے شمار پہلوؤں سے رعنائی عطا کروں۔

مشق

سوال نمبرا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) "چمنِ نظم" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(جواب) "چمنِ نظم" سے مراد اُن کا شاعرانہ کلام ہے۔

(ب) اس مرثیے میں مبالغے کی چند مثالیں تلاش کیجیے؟

(جواب) اس مرثیے میں میر انیس نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے جس کی چند مثالیں پیش ہیں: چشمے کو سمندر سے ملانے، ذرے کی چمک مہرِ منور سے ملانے، قطرے کو گوہر سے ملانے اور خاروں کو نزاکت اور تازہ پھولوں سے ملانے کی بات کی ہے۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(ج) اِس نظم میں کون کون سی تراکیب استعمال ہوئی ہیں؟

جواب: اس نظم میں میر انیس نے جن تراکیب کا استعمال کیا ہے وہ یہ ہیں: چمنِ نظم، گلزارِ ارم، اقلیم سخن، نظم ثریا، ابرِ کرم، دُرِ مقصود، مہرِ منور، دُرِ یکتا، درجِ دہاں، حسنِ بیاں، طبعِ رواں، کانِ ملاحات، گلِ تر، گلِ دستہ معنی۔

(د) شاعر اس مرثیے میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگ رہا ہے؟

(جواب) اِس مرثیے میں شاعر دعا مانگ رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے اشعار کو جنت کا باغ (گلزارِ ارم) کی طرح ہمیشہ تروتازہ رکھے اس کی معمولی شاعری کو اپنے کرم سے فیض یاب کردے اور اسے گمنامی کے اندھیرے سے نکال کر نامور لوگوں میں شامل کردے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے حصے میں نظم کی بادشاہت اُس وقت تک لکھ دے جب تک سورج روشن ہے۔ اے اللہ دنیا میں ہر جگہ تیری رعنائی ہے، یہاں تک کہ بلبل بھی تیری حمد وثنا میں مصروفِ عمل ہے، مجھے بھی میری محنت کا اجر مل جائے۔

(ہ) آپ کے خیال میں اس نظم کا پسندیدہ شعر کون سا ہے؟ پسندیدگی کی وجہ بھی بیان کیجیے۔

(جواب) اس نظم کا آخری شعر خاصے کی چیز ہے جس میں شاعر نے اپنی فنی مہارت کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اور یہ دعا کی ہے کہ اللہ اُسے ایسی صلاحیت دے کہ وہ معمولی چیزوں کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرے۔ یعنی ایک پھول کے مضمون کو بھی سو طریقوں سے باندھنے کے ہنر کی خواہش اُس کی شاعرانہ تخیل کی مثال ہے۔

(و) بیان میں فصاحت کب پیدا ہوتی ہے؟

(جواب) بیان میں فصاحت دراصل موزوں الفاظ کا چناؤ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسا کلام جو پڑھنے والے کو اکتاہٹ، کراہت میں مبتلا نہ کرے۔ عام فہم اور سننے والا اس سے فوراً متاثر ہو جائے۔

(ز) اِس نظم کے کسی ایک بند میں ایسے الفاظ کی نشان دہی کیجیے جن میں معنوی تعلق ہو۔

(جواب) نظم کے پہلے بند میں گلزارِ ارم، خشک زراعت وغیرہ معنوی الفاظ ہیں۔

(ح) کائنات کے کن مظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی "فیض کا مبدا" ہے؟

(جواب) اللہ تعالیٰ کا فیض پوری کائنات میں مختلف چیزوں کی صورت میں موجود ہے: زمین، آسمان، چاند، سورج، پہاڑ، دریا، پھل، پھول، درخت، چشمے، پرندوں کی حمد وثنا، آسمان سے بارش کا برسنا یہ سب مظاہر اللہ تعالیٰ ہی کے فیض سے ہیں۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کے دوسرے اور پانچویں بند کی وضاحت کیجیے:

(جواب) بند ۲ اور ۵ تشریحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۳: اس نظم کا مرکزی خیال تحریر کیجیے:

(جواب) اس نظم کا مرکزی خیال تعارف شاعر کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سوال نمبر ۴: درج ذیل تراکیب کے معنی بتایئے:

تراکیب	معنی	تراکیب	معنی	تراکیب	معنی
درِمقصود	موتی / پتھر	دُرجِ دہاں	زیورات کی ڈبیا کا منہ	کانِ ملاحت	کان سے نکلنے والا نمک
دُرِ یکتا	بے مثل موتی	اقلیمِ سخن	شعرا کی سلطنت	-	-

مبالغہ: یہ شعر غور سے دیکھیے:

"رونے پہ باندھ لے جو مری چشم تر کمر — کیسی زمیں، فلک پہ ہو پانی کمر کمر"

اس شعر میں شاعر نے اپنی چشم یعنی آنکھ کے رونے کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر میری آنکھ رونا شروع کر دے تو میرے رونے سے زمین تو کیا، فلک پر بھی کمر کمر پانی چڑھ جائے۔ کلام میں کسی بات کو اپنی اصلی حالت سے بڑھا چڑھا کر بیان کرنا "مبالغہ" کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۵: آپ اس نظم میں صنعتِ مبالغہ کی نشان دہی کیجیے:

(جواب) مبالغہ کے لغوی معنی حد سے بڑھنے کے ہیں۔ جس میں شاعر اپنے کلام میں کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے اسے مبالغہ کہتے ہیں۔ درج ذیل شعر میں بھی شاعر نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔

قطرے کو جو دوں آب تو گوہر سے ملادوں — خاروں کو نزاکت میں گُلِ تر سے ملادوں

اس شعر میں شاعر ایسی خصوصیات بیان کر رہا ہے جو کہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں یعنی پانی کے قطرے کو گوہر سے ملانے اور خاروں کو نزاکت اور تازہ پھولوں سے ملانے کی بات کر رہا ہے۔

چپ کی داد

خواجہ الطاف حسین حالی

پیدائش ۱۸۳۷ء ۔وفات ۱۹۱۴ء

تعارف شاعر: خواجہ الطاف حسین حالی پانی پت میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام خواجہ ایز دبخش انصاری تھا۔حالی جب نواب مصطفی خان شیفتہ کے بچوں کے اتالیق ہوئے تو شیفتہ کے توسط سے مرزا غالب سے ملاقات ہوئی۔یوں شاعری میں غالب کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔الطاف حسین حالی، سرسید تحریک کے ایک اہم رکن تھے ان کا شمار عناصر خمسہ میں بھی ہوتا ہے۔سرسید کی فرمائش پر حالی نے "مسدس مدوجزر اسلام" جیسی لازوال نظم لکھی۔مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر"مسدس" کے بعد حالی نے اسی طرز کی اور بھی بہت سی نظمیں لکھیں جن کے سیدھے سادے الفاظ میں انھوں نے فلسفہ، تاریخ، معاشرت اور اخلاق کے ایسے پہلو بیان کیے جن کو نظر انداز کیا جا رہا تھا۔آپ کو اردو کا پہلا با قاعدہ نقاد تسلیم کیا جاتا ہے۔حالی نے "مقدمہ شعروشاعری" کے عنوان سے ایک طویل تنقیدی مضمون لکھا۔آپ کو جدید سوانح نگار بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔آپ کی سوانح "حیات جاوید"، "یادگارِ غالب" اور "حیاتِ سعدی" بہت مشہور ہیں۔

مرکزی خیال: اس نظم میں خواجہ الطاف حسین حالی مسلم معاشرے میں عورت کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔انھوں نے مختلف پہلوؤں سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عورت ہر ہر روپ میں معاشرے کے لیے ایک اہم ستون کا درجہ رکھتی ہے۔یہ ماں بھی ہے، بیٹی بھی۔ خاندان کی عزت کا بھرم بھی۔غیرت وحمیت کا استعارہ بھی۔مہر و وفا کا نمونہ بھی۔یہ گھر کی رونق بھی ہے اور قوموں کی عزت بھی۔عورت ماں ہو، بیٹی ہو، بہن ہو یا بیوی خاندان کی اکائی کا بنیادی حوالہ ہے۔یہی عورت جب گھر سے باہر قدم رکھتی ہے تو میدانِ جنگ میں بھی سپاہیوں کے ساتھ شانہ بشانہ چلتی ہے۔کھیت کھلیانوں میں ہو تو لہلہاتی فصلیں اسے سلام کرتی ہیں اور یہی وہ داد ہے جو پورا معاشرہ خاموشی کی زبان سے اس پر نچھاور کرتا ہے۔انھیں ساری صفات کو حالی نے اس نظم کے بنیادی شعر کی شکل دی ہے۔

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو، دنیا کی زینت تم سے ہے ملکوں کی بستی ہو تمھی، قوموں کی عزت تم سے ہے

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
زینت	رونق/سجاوٹ	حلاوت	مٹھاس	عفت	پاک دامنی
مونس	معاون/مددگار	عُسرت	مفلسی/تنگ دستی	عشرت	خوشی/عیش

حوالہ نظم: یہ بند "چپ کی داد" کلیاتِ حالی سے لیا گیا ہے۔

بند(۱):

تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں غم گیں دلوں کی شادیاں، دکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
تم ہو تو غربت ہے وطن، تم بن ہے ویرانہ چمن ہو دیس یا پردیس، جینے کی حلاوت تم سے ہے

تشریح: اس بند میں حالی عورت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت گھر میں ہو تو شہزادی نظر آتی ہے۔یہ اپنے سلیقے سے گھر

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

اور باہر ہر دکھ سکھ کو راحت میں بدلنے کی صفت رکھتی ہے۔ یہ ساتھ ہو تو وطن سے دوری کا احساس نہیں ہوتا، اس کے بغیر چمن بھی ویرانہ دکھائی دیتا ہے۔ غرض یہ کہ آدمی دیس میں یا پردیس میں جہاں کہیں ہو، عورت ہی اُس کے جینے کی تحریک اور زندگی میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔

بند(۲):

نیکی کی تم تصویر ہو، عِفّت کی تم تدبیر ہو ہو دین کی تم پاسباں، ایماں سلامت تم سے ہے
فطرت تمھاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا گھٹی میں ہے صبر و رضا، انساں عبارت تم سے ہے

تشریح: اس بند میں حالی اپنی قوم کی خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے میری قوم کی بیٹیو! جب میں تم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو قدرت کی صناعی کے اظہار کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ نیکی، حیا، محبت، وفا، صبر و رضا غرض وہ کون سی صفت ہے جو کسی معاشرے کو خوب صورت بناتی ہو، اور تم میں موجود نہ ہو۔ حد یہ ہے کہ ایک اچھے انسان کی تشکیل بھی ماں کی صورت میں تمھاری ہی گود سے ہوتی ہے جو اُسے دین و دنیا دونوں میں سرفراز کرتی ہے۔

بند(۳):

مُونس ہو خاوندوں کی تم، غم خوار فرزندوں کی تم تم بن ہے گھر ویران سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی، ڈھارس ہو تم بے کار کی دولت ہو تم نادار کی، عُسرت میں عِشرت تم سے ہے

تشریح: اس بند میں حالی قوم کی خواتین کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی بھی گھر کا مرکزی ستون عورت ہی کی ذات ہوتی ہے جو بیوی بن کر شوہر کی ہمدم اور ہم راز ہوتی ہے۔ ماں کی صورت میں بیٹوں کی ہمت بڑھاتی ہے، برے وقت میں چاہے وہ بیماری کا زمانہ ہو، خواہ غربت و مفلسی کا، تمھاری ہی ثابت قدمی گھر کی ویرانی کو جنت بناتی ہے اور تھوڑے میں برکت ڈالتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک اچھی اور سلیقہ مند عورت ہی گھر کے لیے عزم و محنت کی مثال بنتی ہے جس کے سہارے پورا خاندان پریشانی کے عالم میں بھی سکون کی زندگی بسر کر لیتا ہے۔

مشق

سوال نمبر۱: **درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:**

(الف) **حالی نے نیکی کی تصویر کسے کہا ہے؟**

(جواب) حالی نے عورتوں کو نیکی کی تصویر کہا ہے۔

(ب) **حالی نے عورتوں کی فطرت کسے کہا ہے؟**

(جواب) حالی نے شرم و حیا کو عورتوں کی فطرت کہا ہے۔

(ج) **حالی نے خواتین کی جو جو خوبیاں اور اوصاف بیان کیے ہیں، وہ سب تحریر کیجیے۔**

(جواب) حالی نے عورتوں کو دنیا کی زینت، قوموں کی عزت، شہروں کی آبادیاں، رنجیدہ دلوں کی خوشی، مٹھاس، نیکی اور عفت، شرم و حیا، صبر و رضا، اور مہر و وفا کی تصویر قرار دیا ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(د) حالی نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی اہمیت کس طرح بیان کی ہے؟

(جواب) حالی کہتے ہیں کہ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی وجہ سے یہ دنیا خوب صورت نظر آتی ہے۔ یہ مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہر رشتے میں خاص ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے گھروں میں برکت اور رونق ہے اگر یہ نہ ہوں تو گھر ویران ہو جائیں۔

(ہ) تیسرے شعر میں کون کون سی شعری صنعتیں موجود ہیں؟ بتائیے۔

(جواب) تیسرے شعر میں صنعتِ تضاد اور صنعتِ استعارہ کا استعمال ہوا ہے۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کا مرکزی خیال لکھیے۔

(جواب) تعارف شاعر کے بعد ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر ۳: اس نظم کا خلاصہ لکھیے۔

(جواب) خلاصہ: "چپ کی داد" مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور نظم ہے۔ خواتین اس نظم کا موضوع ہیں۔ جس میں حالی نے خواتین کی خوبیاں اور صلاحیتیں بیان کیں۔ انھوں نے اس نظم کے ذریعے خواتین کی ہماری زندگیوں میں اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس نظم میں حالی عورت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت گھر میں ہو تو شہزادی نظر آتی ہے۔ یہ اپنے سلیقے سے گھر اور باہر ہر دکھ سکھ کو راحت میں بدلنے کی صفت رکھتی ہے۔ یہ ساتھ ہو تو وطن سے دوری کا احساس نہیں ہوتا، اس کے بغیر چمن بھی ویرانہ دکھائی دیتا ہے۔ غرض یہ کہ آدمی دیس میں ہو یا پردیس میں عورت ہی اُس کے جینے کی تحریک اور زندگی میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔ حالی کہتے ہیں کہ اے میری قوم کی بیٹیوں جب میں تم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو قدرت کی صناعی کے اظہار کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ نیکی، حیا، محبت، وفا، صبر و رضا غرض وہ کون سی صفت ہے جو کسی معاشرے کو خوب صورت بناتی ہو، اور تم میں موجود نہ ہو۔ حد یہ ہے کہ ایک اچھے انسان کی تشکیل بھی ماں کی صورت میں تمھاری ہی گود سے ہوتی ہے جو اُسے دین و دنیا دونوں میں سرفراز کرتی ہے۔ حالی قوم کی خواتین کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی بھی گھر کا مرکزی ستون عورت ہی کی ذات ہوتی ہے جو بیوی بن کر شوہر کی ہمدم اور ہم راز ہوتی ہے۔ ماں کی صورت میں بیٹوں کی ہمت بڑھاتی ہے، برے وقت میں چاہے وہ بیماری کا زمانہ ہو، خواہ غربت و مفلسی کا، عورت ہی ثابت قدمی گھر کی ویرانی کو جنت بناتی ہے اور تھوڑے میں برکت ڈالتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک اچھی اور سلیقہ مند عورت ہی گھر کے لیے عزم و محنت کی مثال بنتی ہے جس کے سہارے پورا خاندان پریشانی کے عالم میں بھی سکون کی زندگی بسر کر لیتا ہے۔

سوال نمبر ۴: اس نظم کے قافیے لکھیے۔

(جواب) اس نظم میں "زینت، عزت، راحت، حلاوت، سلامت، عبارت، برکت، عشرت" قافیے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

سوال نمبر ۵: درج ذیل الفاظ و تراکیب کے معنی لکھیے:

تراکیب	معنی	تراکیب	معنی	تراکیب	معنی
صبر و رضا	اللہ کی رضا میں راضی رہنا	گھٹی میں ہونا	فطرت میں ہونا	بِن	بغیر/علاوہ

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

غم خوار	ہمدرد/دکھ درد کا شریک	حلاوت	مٹھاس/شیرینی	-	-

سوال نمبر ۶: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) لفظ "مہر و وفا" میں مہر سے مراد ہے:

(الف) بیوی کی مہر (ب) سورج (ج) عنایت ✓ (د) خاتون کا نام

(۲) "اے ماؤ! بہنو! بیٹیو!" میں یہ رمز وقف استعمال ہوئی ہے:

(الف) سکتہ (ب) ختمہ (ج) ندائیہ ✓ (د) استفہامیہ

(۳) نظم میں "حلاوت" اس معنی میں استعمال ہوا ہے:

(الف) شہد (ب) مٹھائی (ج) مٹھاس ✓ (د) شربت

(۴) "عسرت میں عشرت" سے مراد ہے:

(الف) خوش حالی میں عیش و عشرت (ب) مہنگائی میں گزارا کرنا

(ج) ویرانی میں رونق (د) غریبی میں خوش رہنا ✓

(۵) اس نظم کی ہیئت ہے:

(الف) غزل ✓ (ب) مثنوی (ج) مخمس (د) مسدس

تضاد:

"لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے   اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے"

اس شعر میں الفاظ "حیات اور قضا" اور "آئے اور چلے" استعمال ہوئے ہیں۔ یہ لفظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کلام میں ایسے الفاظ کا لانا جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں، تضاد کہلاتے ہیں۔

سوال نمبر ۷: اس نظم سے "صنعتِ تضاد" کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے:

الفاظ	تضاد	الفاظ	تضاد	الفاظ	تضاد
دکھ	سکھ	دیس	پردیس	عسرت	عشرت
غم گیں	شاد	وطن	غربت		

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

مردِ مسلمان

علامہ اقبال

پیدائش ۱۸۷۷ء ۔وفات ۱۹۳۸ء

تعارف شاعر: ترجمانِ حقیقت، حکیم الامت، ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کو زمانہ شاعر مشرق کے لقب سے جانتا ہے۔ آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے کیا اور انگلستان سے بیرسٹری اور پھر جرمنی کی ہائیڈل برگ یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری ایک درس عمل، ایک پیغام، ایک دعوت فکر ہے، جس میں زبان و بیان کا حُسن طرزِ ادا کی جدت اور شعری محاسن اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں، ان کے خیالات کی سطح انتہائی بلند، کلام میں بے پناہ اثر اور روانی ہے، زبان پر انھیں مکمل عبور ہے۔ تراکیب اور تشبیہات کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی شاعری میں شاہین نوجوانوں کا استعارہ ہے اور پرواز مسلسل جدوجہد کا۔ علامہ اقبال نے بچوں کے لیے بھی عمدہ نظمیں لکھیں۔ شاعروں کی آنے والی کئی نسلیں اقبال کے اثرات سے آزاد نہیں ہو سکیں گی۔ آپ کی اہم تصانیف میں بانگِ درا، ضربِ کلیم، بالِ جبریل، اردو اور فارسی کلام شامل ہیں۔

مرکزی خیال: جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے علامہ اقبال کی یہ نظم مسلمان کے گرد گھومتی ہے۔ جس سے وہ اپنے معاشرے کی بہتری کے لیے بہت سے اُمیدیں لگائے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی حاکمیت پر ایمان رکھنے والا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا مسلمان پیدائشی طور پر اپنے اندر بہت سی انفرادی خوبیاں لیے ہوئے ہوتا ہے جسے ایمان کی طاقت مضبوط سے مضبوط تر بناتی ہے۔ اور وہ اسی طاقت ایمانی کے سہارے نہ صرف اپنے دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے بلکہ اپنی قوم کو بھی سہارا دے کر ترقی کے راستے پر لگا دیتا ہے۔ یوں اگر ہم اپنے اوپر نگاہ ڈالیں تو ہمیں بحیثیت مسلمان اپنے اندر وہ تمام خوبیاں اُجاگر ہوتی ہوئی دکھائی دیں گی جن کا ذکر اس نظم کے ہر ہر مصرعے میں اقبال نے بیان کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان ان خداداد خوبیوں کے ذریعے دنیا کو تسخیر کرے۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
لحظہ	ساعت/پل	برہان	روشن اور واضح دلیل	نشیمن	آرام کی جگہ
میزان	ترازو	آہنگ	انداز/طور طریقہ	قہار	غضب ناک
غفار	بخشنے والا	قدوس	برکت/پاکیزگی	جبروت	قدرت/عظمت

حوالہ نظم: یہ بند علامہ اقبال کی نظم مردِ مسلمان سے لیا گیا ہے۔

بند(ا):

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن　　گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

تشریح: اس بند میں اقبال بندہ مومن کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُسے اللہ نے ایسی صلاحیتوں سے نوازا ہے جو ہر لمحہ اُس کی

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

شخصیت سے عیاں ہوتی ہیں۔اور خاص بات یہ ہے کہ اُس کی شخصیت سے عیاں ہونی والی ہر ہر بات اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کمال کی آئینہ دار ہوتی ہے۔گویا کہ اُس کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ اور اُس سے سرزد ہونے والا ہر فعل اُس کے خالق کی موجودگی کا گواہ ہوتا ہے۔ اللہ نے اُس کے اندر چار بنیادی عناصر رکھے ہیں۔ جن کا اظہار اُس کی شخصیت کو مسلمان کی شکل دیتا ہے۔ یہ چاروں صفات اللہ کی اپنی صفات ہیں۔ جسے اُس نے اپنے خلیفہ کی شخصیت میں گوندھ دیا ہے۔یعنی تجھے طاقت ور بنایا، تجھے خالص ایمان کی دولت سے نوازا، غصہ کرنا سکھایا اور معاف کرنے کی صلاحیت سے نوازا۔

بند(۲):

ہم سایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

تشریح: اس بند میں اقبال لکھتے ہیں کہ اے بندہ مومن تجھے اللہ نے زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا اور تجھے وہ صلاحیتیں دیں جس کے زور پر تو زمین سے آسمان تک سب کچھ فتح کر سکتا ہے۔لہذا تجھے صرف زمینی مقامات کو سر نہیں کرنا بلکہ تجھے اللہ نے وہ طاقت اور وہ تخیل دیا ہے جس کی اُڑان جبریل سے مقابلہ کرتی ہے۔ تیری ہدایت کے لیے اللہ نے جو کتاب بھیجی اُس میں یہ سارے اشارے موجود ہیں اور جب کوئی شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو بظاہر قاری کی شکل میں ہوتا ہے لیکن راز کی بات یہ ہے کہ وہ سراپا قرآن ہوتا ہے کیوں کہ جس طرح کوئی عبارت کسی کتاب کے اندر محفوظ ہوتی ہے جس کے مطابق ہم کتاب کو کسی نام سے پہچانتے ہیں، اسی طرح قرآن کی پوری عبارت چوں کہ اُس قاری کے سینے میں محفوظ ہوتی ہے جو اُسے قاری سے قرآن بنا دیتی ہے۔

بند(۳):

قدرت کے مقاصد کا، عیار اس کے ارادے دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان

تشریح: اقبال لکھتے ہیں کہ اے مسلمان تُو انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے مقاصد کا آئینہ دار ہے، لہذا دنیا سے لے کر آخرت تک تیرے سامنے وہ تمام مقاصد ہونے چاہئیں جن کے حصول کے لیے اللہ نے تجھے اپنا نائب بنا کر اس زمین پر بھیجا ہے اور تجھے عقل سے نواز کر ایک ایسا ترازو عطا کر دیا ہے جس میں تُو اپنے اچھے برے اعمال کو تول سکتا ہے۔اور قیامت کے دن بھی یہی ترازو تیرے اعمال کو تولنے کے لیے استعمال ہوگا، لہذا تیرا انجام، تیرے اعمال کے مطابق ہی ہوگا۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی صفات سے نوازا ہے کہ تُو اگر چاہے تو اپنی شخصیت کی ٹھنڈک سے پھول، پتوں کو توانائی عطا کر دے اور اگر جوش میں آئے تو ایسے طوفان کی شکل اختیار کر لے جو دریاؤں کو بھی خوف زدہ کرنے کا باعث ہو جائے۔اب یہ تجھ پر منحصر ہے کہ تُو کائنات کو اپنے پیار اور محبت کی ٹھنڈک سے فتح کرنا چاہتا یا اُسے طاقت کے زور پر اپنا تابع بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

بند(۴):

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز — آہنگ میں یکتا، صفتِ سورۂ رحمٰن

بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم — لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

تشریح: اس بند میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اے مسلمان اللہ نے ازل سے ہی تیری فطرت کو اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ تیرے دن رات کو اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے وقف کیا۔ اور تیری ذات میں کائنات کی تمام خوبیوں کو یکجا کر دیا۔ جن کا ذکر سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تجھے اللہ نے سورۃ الرحمٰن کی طرح منفرد بنایا ہے۔ لہٰذا تجھے چاہیے کہ تُو اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر اُنھیں آگے بڑھنے کے لیے استعمال کرے۔ مجھ جیسا شاعر تو ہمیشہ اپنے افکار کے ذریعے اُن صلاحیتوں کی تخلیق کرتا ہے جو ستاروں کی مانند جگمگاتے ہیں اور یہی وہ روشنی ہے جو تجھے آگے بڑھنے اور راستہ دکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ تُو میرے فکر کے ستاروں میں سے اپنی تقدیر کے ستارے کو پہچان کر اُس کی روشنی میں سفر اختیار کرے۔

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) اقبال کے نزدیک کون کون سے عناصر مسلمان بننے کے لیے ضروری ہیں؟

(جواب) قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت اقبال کے نزدیک یہ چار عناصر ہوں تو ایک سچا مسلمان بنتا ہے۔

(ب) اقبال کے نزدیک جبریل امین کا ہم سایہ کون ہے؟

(جواب) اقبال کے نزدیک بندہ مومن (انسان) ہی جبریل امین کا ہمسایہ ہے۔

(ج) دنیا اور قیامت میں میزان سے اقبال کی کیا مراد ہے؟

(جواب) دنیا اور قیامت میں میزان سے اقبال کی مراد وہ انصاف ہے۔ اے مسلمان دنیا اور قیامت کے دن بھی یہی ترازو تیرے اعمال کو تولنے کے لیے استعمال ہوگا، لہٰذا تیرا انجام، تیرے اعمال کے مطابق ہی ہوگا۔

(د) اقبال نے مومن کو "شبنم" اور "طوفان" کیوں کہا ہے؟

(جواب) اقبال کہتے کہ اے مسلمان تجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی صفات سے نوازا ہے کہ تُو اگر چاہے تو اپنی شخصیت کی ٹھنڈک سے پھول، پتوں کو توانائی عطا کر دے اور اگر جوش میں آئے تو ایسے طوفان کی شکل اختیار کرلے جو دریاؤں کو بھی خوف زدہ کرنے کا باعث ہوجائے۔

(ہ) مومن کو سورۂ رحمٰن کی مانند آہنگ میں یکتا کیوں کہا ہے؟

(جواب) جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن کی آیتوں میں آہنگ اور غنایت رکھا ہے، اسی طرح اللہ نے ازل سے مسلمان کی فطرت کو اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ مسلمان کو دن رات اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے وقف کیا۔ اور اس کی ذات میں کائنات کی تمام خوبیوں کو یکجا کر دیا۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سوال نمبر ۲: اس نظم کے پہلے اور چھٹے شعر کا مطلب لکھیے:

(جواب) نظم کے پہلے اور تیسرے بند میں تشریح ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر ۳: درج ذیل مصرعوں میں کون کون سی خوبیاں پائی جاتی ہیں:

(۱) **"قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت"۔**

(جواب) قہار و غفار میں صنعتِ تضاد ہے۔ اسی طرح چاروں عناصر کے استعمال نے اس شعر میں مراۃ النظیر کے استعمال کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔

(۲) **"دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان"**

(جواب) "میزان" تکرارِ لفظی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس شعر میں دنیا اور قیامت معنوی اعتبار سے متضاد ہیں۔ اس مصرع میں میزان کا استعمال خوب کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۴: آخری شعر میں اقبال نے کیا اہم بات بیان کی ہے؟

(جواب) آخری بند کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر ۵: درج ذیل الفاظ کے ہم معنی الفاظ تصیسارس یالغت میں دیکھ کر لکھیے:

الفاظ	معنی
جبریل	ایک فرشتہ جو انبیا کو وحی پہنچاتا ہے۔ حضرت جبریئل علیہ السلام کی ملائکہ میں عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جہاں بھی آپ کا ذکر قرآن میں وارد ہوا ہے وہ زیادہ تر ملائکہ سے الگ وارد ہوا ہے۔
برہان	روشن اور واضح دلیل، قطعی ثبوت جس کے بعد ابہام یا شک کی گنجائش نہ رہے۔
لالہ	ایک نہایت سُرخ پھول جس کے درمیان سیاہ داغ ہوتا ہے، گُلِ لالہ۔
دریا	پانی کی وہ لمبی اور کسی قدر چوڑی دھار جو جھیل یا پہاڑ وغیرہ سے نکل کر خشکی پر دُور تک بہتی ہے اور آخر میں کسی دوسرے دریا یا سمندر میں جا ملتی ہے۔
آہنگ	انداز، ڈھنگ، طور طریقہ

سوال نمبر ۶: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) "بندہ خاکی" سے اقبال کی مراد ہے:

(الف) خاک کا پتلا　　(ب) خاک آلودہ انسان

(ج) کم زور انسان　　(د) خدا کا فرماں بردار انسان ✓

(۲) اقبال نے مومن کو "اللہ کی برہان" کہا ہے:

(الف) شرعی لباس کی وجہ سے (ب) تلاوت قرآن کی وجہ سے

(ج) حج و عمرہ کی وجہ سے (د) قول و فعل کی خوبیوں کی وجہ سے ✓

(۳) "بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم" میں "کارگہِ فکر" سے مراد ہے:

(الف) انسان (ب) عالم (ج) مقدر (د) شاعری ✓

(۴) اس نظم میں ان دو شہروں کا ذکر کیا گیا ہے:

(الف) تاشقند اور سمرقند (ب) بخارا بدخشاں ✓ (ج) اصفہان و مشہد (د) شیراز و قم

سوال نمبر ۷: اس نظم کا مرکزی خیال بیان کیجیے:

(جواب) تعارف شاعر کے بعد مرکزی خیال ملاحظہ فرمائیں۔

www.downloadclassnotes.com

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

نوائے سروش

احسان دانش

پیدائش ۱۹۱۴ء ۔وفات ۱۹۸۲ء

تعارف شاعر: احسان دانش کا اصل نام قاضی احسان الحق تھا۔ ان کے والد کا نام قاضی دانش علی تھا۔ احسان دانش نے گھریلو غربت کے باعث بمشکل پرائمری تک مدرسے کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اوائل جوانی میں روزگار کی خاطر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اپنی نوعمری کا زمانہ چھوٹی چھوٹی ملازمتوں اور محنت مزدوری کر کے گزارا۔ لاہور آ کر انھوں نے ایک باغ میں ملازمت اختیار کرلی اور یہیں اپنی رہائش کا بندوبست بھی کرلیا۔ لاہور چونکہ اپنے علمی و ادبی پس منظر اور علمی و ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے مشہور تھا اس لیے احسان دانش نے یہاں کی علمی، ادبی اور شعروسخن کی محفلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا اور یہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ احسان دانش کو اردو ادب میں ایک معتبر انشا پرداز اور شاعر کا درجہ حاصل ہے۔ وہ نظم و نثر میں الفاظ اور ان کے استعمال کا بے مثل قرینہ جانتے ہیں۔ انھوں نے شاعری میں جو رنگینیاں اور معیار پیدا کیا ہے وہ تو مسلّم ہے لیکن وہ نثر میں بھی حسن اور توانائی پیدا کرتے ہیں۔ جہان دانش ان کی خودنوشت سوانح ہے۔ احسان دانش ایک پُرگو شاعر ہیں ان کی شاعری میں زندگی کی تمام تر لطافتیں، جذبات و احساسات کا جذبہ، معتدل خیالات، بلندی فکر اور اعلیٰ اقدار موجود ہیں۔ ان کی شاعری کا رشتہ عوام کے ہمدردانہ جذبوں اور خواہشات سے منسلک ہے۔ احسان دانش کی دیگر تصانیف میں نوائے کارگر چراغاں، شیرازہ، مقامات، آتش خاموش، تفسیر فطرت، جادہ نو، درد زندگی، گورستان، روشنیاں، غالب کے کلام کی شرح رموز غالب، لغات الاصلاح وغیرہ شامل ہیں۔

مرکزی خیال: اس نظم میں احسان دانش نے قوم کے لوگوں کو آگے بڑھنے کا سبق دیا ہے اور انھیں نہ صرف اپنی منزل کے حصول کا اشارہ دیا ہے بلکہ انھیں اُن کی صلاحیتوں کا احساس بھی دلایا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی شخصیت کو پہچان کر زندگی کی تعمیر کریں اور ملک و قوم کے لیے فلاح کا ذریعہ بنیں۔ لیکن یہ سب کچھ اُسی وقت ہوگا کہ جب لوگ مایوسی کے اندھیروں سے نکل کر خود کو ترقی کے راستے پر لگا دیں گے۔ اسی بات کو احسان دانش کہتے ہیں:

اُمید فتح رکھو اور علم اُٹھائے چلو   عمل کے ساتھ مقدر کو آزمائے چلو

یعنی وہ قوم کے لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تقدیر اور تدبیر دونوں پر نظر رکھو اور فتح کی امید کے ساتھ اپنا جھنڈا بلند رکھتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں رہو۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
سفینہ	کشتی / پانی کا جہاز	گھاٹ	وہ مقام جہاں سے کشتی پر سوار ہوں یا اُتریں	برق رو	بجلی کی رفتار سے چلنے والا / تیز رو
تیزگام	جلد جلد قدم اُٹھانے والا	روش	راستہ	شاخ تراشی	پودوں کی کانٹ چھانٹ

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

حوالہ نظم: یہ بند احسان دانش کی نظم "نوائے سروش" سے لیا گیا ہے۔

بند(۱):

مسافروں میں مسافت کا ذکر، کیا معنی؟ — فضا پکار رہی ہے، قدم بڑھائے چلو
بہ جا، بہ جا، کہ اندھیرا ہے شاہ راہوں میں — چراغ فکر جہاں تک جلے، جلائے چلو

تشریح: اس بند میں احسان دانش لوگوں کو عزم وہمت کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سفر کے دوران کبھی بھی اُن مشکلات کو یاد نہیں کرنا چاہیے جو آپ کے راستے میں آسکتی ہیں بلکہ آپ کی نگاہ آپ کی منزل کی طرف رہے اور آپ کے کام میں ہر دم قدم آگے بڑھانے کا حوصلہ دینے والی آواز آتی رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے راستے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے جسے آپ صرف اور صرف اپنی فکر کی روشنی سے منور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ جب تک آپ کی فکر کے چراغ جلتے رہیں گے آپ کو راستہ نظر آتا رہے گا اور یہی راستہ آپ کو منزل پر لے جائے گا۔

بند(۲):

یہ دُور آگ نہیں، روشنی ہے منزل کی — قدم ملا کے بڑھو اور عَلَم اٹھائے چلو
سفینہ غرق ہو یا کوئی گھاٹ پر اترے — تمھارا فرض یہ ہے، روشنی دکھائے چلو

تشریح: شاعر اپنے قوم کے لوگوں سے کہتا ہے کہ اے لوگو! تمھیں کہیں دور یہ جو آگ نظر آرہی ہے یہ آگ نہیں بلکہ تمھاری منزل پر ہونے والی روشنی ہے جو تمھیں اپنی طرف بلا رہی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھتے چلے جاو۔ زندگی کے سمندر میں تمھاری کشتی اُسی وقت منزل تک پہنچ سکے گی جب تمھارے دل سے ڈوب جانے کا خوف نکل جائے گا۔ تمھیں اس بات کی پروا نہیں ہونی چاہیے کہ کون کنارے پر پہنچے گا اور کون نہیں۔ تمھارا کام یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو منزل کی روشنی دکھاتے ہوئے اُن کے حوصلے بلند رکھو اور منزل کی طرف بڑھتے رہو۔

بند(۳):

جو برق رَو ہیں انھیں وہ دو اُصولِ ہم سفری — جو تیز گام نہیں، ان کا دل بڑھائے چلو
نہیں ہے شاخ تراشی ہی شاملِ دانش — رَوِش رَوِش پہ نئے پھول بھی کھلائے چلو

تشریح: اے لوگوں تمھارے قافلے میں تیز چلنے والے بھی ہیں اور سُستی کے مارے بھی، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ جو تیز چلنے والے ہیں اُنھیں ہم سفری کا اُصول بتا کر اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کرو اور جو سُستی کے مارے ہیں اُن کی ہمت بڑھا کر اُن کا ہاتھ تھام لو۔ یاد رکھو کہ باغ کی خوب صورتی میں اضافہ صرف شاخوں کی تراش خراش سے ہی ممکن نہیں ہوتا بلکہ چمن میں خوب صورتی پیدا کرنے کے لیے اس میں رنگ برنگے پھول بھی کھلانے پڑتے ہیں۔ لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو پابندیوں کی قید میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس میں خوشیوں اور مسرتوں کے رنگ بھی بھرتے چلو۔

مشق

سوال نمبرا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) **شاعر کے نزدیک مقدر آزمانے کی کیا شرط ہے؟**

(جواب) شاعر کے نزدیک مقدر کا دارومدار عمل پر ہی ہے۔

(ب) **مسافر کو شاعر نے فاصلے کا ذکر کرنے سے کیوں منع کیا ہے؟**

(جواب) شاعر لوگوں کو عزم و ہمت کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سفر کے دوران کبھی بھی اُن مشکلات کو یاد نہیں کرنا چاہیے جو آپ کے راستے میں آسکتی ہیں بلکہ آپ کی نگاہ آپ کی منزل کی طرف رہے اور آپ کے کام میں ہر دم قدم آگے بڑھانے کا حوصلہ دینے والی آواز آتی رہے۔

(ج) **تیسرے اور پانچویں شعر کی تشریح کیجیے۔**

(جواب) تیسرے شعر کی تشریح بند (۱) اور پانچویں شعر کی تشریح بند (۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(د) **شاعر نے مقطعے میں کیا نصیحت کی ہے؟ واضح کیجیے۔**

(جواب) شاعر کے نزدیک باغ کی خوب صورتی میں اضافہ صرف شاخوں کی تراش خراش سے ہی ممکن نہیں ہوتا بلکہ چمن میں خوب صورتی پیدا کرنے کے لیے اس میں رنگ برنگے پھول بھی کھلانے پڑتے ہیں۔ لہٰذا اپنی زندگی کو پابندیوں کی قید میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس میں خوشیوں اور مسرتوں کے رنگ بھی بھرتے چلو۔

(ہ) **شاعر کے نزدیک برق رَو کے لیے اصولِ ہم سفری کیا ہو سکتے ہیں؟**

(جواب) شاعر کہتے ہیں کہ تمھارے قافلے میں تیز چلنے والے بھی ہیں اور سُستی کے مارے بھی، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ جو تیز چلنے والے ہیں اُنھیں ہم سفری کا اُصول بتا کر اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کرو اور جو سُستی کے مارے ہیں اُن کی ہمت بڑھا کر اُن کا ہاتھ تھام لو۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کا مرکزی خیال لکھیے۔

(جواب) اس نظم کا مرکزی خیال تعارف شاعر کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۳: درج ذیل **الفاظ وتراکیب کے معنی لکھیے:**

الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی
برق رو	بجلی کی رفتار/تیز رو	چراغ فکر	فکر کی روشنی	قدم ملانا	ساتھ چلنا
تیز گام	تیز رفتار/تیز چلنے والا	شاخ تراشی	شاخوں کی کانٹ چھانٹ	نوائے سروش	فرشتوں کی آواز
روش	راستہ/طریقہ				

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(ا) "گھاٹ پر اُترنا" کے معنی ہیں:

(الف) گھاٹا ہو جانا (ب) دھوبی گھاٹ پر آنا (ج) **ساحل پر پہنچنا** ✓ (د) ہوائی جہاز کا گھاس پر اُترنا

(۲) "بہ جا بہ جا کہ اندھیرا ہے شاہ راہوں میں" اس مصرعے میں مناسب رمزِ وقف آئے گی:

(الف) **وقفہ** ✓ (ب) ندائیہ (ج) سوالیہ (د) ختمہ

(۳) اوصافِ بلند خوانی میں یہ وصف بھی شامل ہے:

(الف) تیز رفتاری (ب) **صحتِ تلفظ** ✓ (ج) ترنم (د) دھیمی آواز

(۴) لفظ "علَم" کی جمع ہے:

(الف) عُلوم (ب) **اَعلام** ✓ (ج) اعلَم (د) عُلَما

(۵) "تیز گام" سے شاعر کی مراد ہے:

(الف) تیز ذہن والے (ب) تیز زبان والے (ج) **تیز قدم والے** ✓ (د) تیز سوچ والے

حُسنِ تکرار:

"چلنا وہ بادلوں کا زمیں چوم چوم کر — اور اٹھنا آسماں کی طرف جھوم جھوم کر"
"بجلی کو دیکھو آتی ہے کیا کوندتی ہوئی — سبزے کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا روندتی ہوئی"
"آتی اِدھر صبا ہے، اُدھر سے نسیم بھی — اور ان کے ساتھ ساتھ آتی شمیم بھی"

درج بالا اشعار میں الفاظ "چوم چوم کر"، "جھوم جھوم کر"، "ٹھنڈی ٹھنڈی" اور "ساتھ ساتھ" استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک ہی لفظ کے بار بار استعمال سے شعر میں جو خوبی پیدا ہوتی ہے، اُسے "صنعتِ تکرار" کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۵: آپ اس نظم میں سے "صنعتِ تکرار" تلاش کر کے لکھیے:

(جواب)

بہ جا، بہ جا، کہ اندھیرا ہے شاہ راہوں میں — چراغِ فکر جہاں تک جلے، جلائے چلو
نہیں ہے شاخ تراشی ہی شاملِ دانش — رَوِش رَوِش پہ نئے پھول بھی کھلائے چلو

درج بالا اشعار میں "بہ جا، بہ جا" اور "رَوِش رَوِش" صنعتِ تکرار ہیں۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

رباعیات

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نافہم	کم عقل	عرفانِ حیات	زندگی کی سمجھ	حب وطن	وطن کی محبت
یک رنگ	یکسانیت رکھنے والا	منت	عاجزی/التجا	مسبب	سبب پیدا کرنے والا

میر انیس

پیدائش ۱۸۰۳ء۔وفات ۱۸۷۴ء

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہوں — دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہوں
چھپتی نہیں، بوے دوستانِ یک رنگ — کانٹوں کو ہٹا کے پھول چُن لیتا ہوں

تعارف شاعر: اردو کے بلند پایہ مرثیہ نگار میر ببر علی انیس فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ میر انیس کا تعلق ایک علمی و ادبی خانوادہ سے تھا۔ ان کے والد میر مستحسن خلیق بھی اردو کے ایک بڑے مرثیہ گو شاعر تھے۔ میر انیس نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ میر انیس نے ہوش سنبھالتے ہی شعروسخن میں دلچسپی لینی شروع کردی۔ زبان میں عربی، فارسی کی آمیزش، بیان میں رنگینی، عمدہ کردار نگاری اور جامع مکالمہ نگاری وہ اوصاف ہیں جنھوں نے مرثیہ نگاری کو ایک بھرپور نصاب فراہم کیا۔ آپ نے مرثیہ نگاری کے علاوہ رباعیات اور سلام نگاری میں بھی کمال حاصل کیا۔ میر انیس لکھنو میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

مرکزی خیال: انسان کو برائی کے بجائے اچھائی پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

تشریح: اس رباعی میں میر انیس لکھتے ہیں کہ میری زندگی کا اصول یہ ہے کہ تعریف وہ اچھی ہوتی ہے جو سمجھدار، قابل آدمی سے آپ کے حصے میں آئے۔ دشمن کی تعریف کسی قابل نہیں ہوتی یا یوں کہیے کہ قابل آدمی کی تعریف خوشبودار پھول کی مانند ہوتی ہے جسے بیوقوف لوگوں کی تعریف کے کانٹے اپنے اندر چھپا لیتے ہیں لیکن میرا اصول یہ ہے کہ میں اس چھپی ہوئی خوشبو کو محسوس کر کے تعریف کے کانٹے ہٹاتا ہوں اور سمجھداری کے پھول چُن لیتا ہوں۔

امجد حیدر آبادی

پیدائش ۱۸۷۸ء۔وفات ۱۹۶۱ء

ہر چیز مُسبّبِ سبب سے مانگو — منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو — بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

تعارف شاعر: امجد حیدر آبادی کا اصل نام سید احمد حسین اور تخلص امجد تھا۔ آپ حیدر آباد دکن کے ایک صوفی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ اردو اور فارسی کے رباعی گو شاعر تھے۔ حکیم الشعرا کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ تین

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

برس کی عمر سے آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ کاغذ، تختی اور در و دیوار پر مشق کیا کرتے۔ ابتدائی مکتب کی تعلیم کے بعد آپ مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے مگر وہاں تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہا۔ گھر پر بھی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ پنجاب یونی ورسٹی کے امتحانات منشی، منشی عالم اور منشی فاضل میں کامیاب ہوئے۔ بنگلور میں سرکاری مدرسہ میں ملازمت کی مگر کچھ عرصہ بعد ہی اسے ترک کر کے حیدرآباد دکن آ گئے اور یہاں مدرسہ دارالعلوم میں مدرسی کی خدمات انجام دیں۔ چند سال بعد دفتر صدر محاسبی میں منتقل ہو گئے۔ آپ کی قابل ذکر تصانیف میں "ریاض امجد"، "خرقہ امجد"، "نذرِ امجد"، "جمال امجد"، "حج امجد" اور "میاں بی بی کی کہانی" شامل ہیں۔

مرکزی خیال: دینے والی صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

تشریح: اس رباعی میں امجد حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ اے انسان، اللہ تعالیٰ ہی تمام ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اُس سے مانگنے میں ادب کا دامن نہ چھوڑیں چاہے ہمیں اُس کی منت کرنی پڑے یا خوشامد۔ جب ہمارا ایمان اللہ کی بندگی ہے تو پھر ہمیں کسی غیر کے آگے ہاتھ پھیلانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں تو اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیے۔

جوش ملیح آبادی (شبیر حسن خان)

پیدائش ۱۸۹۸ء۔ وفات ۱۹۸۲ء

عرفانِ حیات

دنیا میں ہیں بے شمار آنے والے آتے ہی رہیں گے روز جانے والے
عرفانِ حیات ہو مبارک تجھ کو اے شدتِ غم پہ مسکرانے والے

تعارف شاعر: جوش ملیح آبادی کا اصل نام شبیر احمد خاں تھا جسے بعد میں بدل کر شبیر حسن خاں کر دیا گیا تھا۔ ان کی پیدائش ملیح آباد کے ایک متمول خاندان میں ہوئی۔ جوش کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ جوش صرف شاعر ہی نہیں تھے۔ بلکہ انہیں جہاں شاعری پر کمال حاصل تھا، وہیں نثر پر بھی انہیں قدرت تھی۔ ان کی نثر اپنی مثال آپ ہے۔ جوش کا تعلق فلم اور صحافت سے بھی رہا۔ انھوں نے دہلی سے ایک ادبی رسالہ "کلیم" شائع کیا۔ آپ نظام حیدرآباد دکن کے دارالترجمہ میں تھے تو نظام کے خلاف ہی نظم لکھ دی اس وجہ سے انھیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ بعد میں رسالہ "آج کل" کے مدیر بنے۔ جوش نے فلمی دنیا میں بھی قدم رکھا تھا۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۸ء کے درمیان انھوں نے متعدد فلموں کے گانے اور مکالمات لکھے۔ لیکن ۱۹۵۵ء میں پاکستان ہجرت کرنے کے بعد ان کی وابستگی ترقی اردو بورڈ سے ہوگئی۔ آپ کی تصانیف میں روح ادب، شعلہ و شبنم، جنون و حکمت، اور یادوں کی برات بہت اہم ہیں۔ جوش ملیح آبادی کا انتقال اسلام آباد میں ہوا۔

مرکزی خیال: دنیا کی مشکلات و مصائب کو خنداں پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

تشریح: اس رباعی میں جوش صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے جس میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یونہی جاری ہے۔ میں تو اُس شخص کی زندگی کو دعا دیتا ہوں جو میرے غم کی شدت پر مسکرا کر اُسے اور گہرا کر گیا تو اس طرح مجھے اُس نے جینے کا ایک اور بہانہ فراہم کر دیا اور اب میں اپنے غم کے سہارے زندگی گزار لوں گا۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

صادق دہلوی (صادق حسین نقوی)

پیدائش ۱۹۰۹ء۔ دفات ۱۹۷۷ء

حُبِ وطن

تم پھول اگر ہو تو چمن میں ہی رہو	جلوہ ہو تو سورج کی کرن ہی میں رہو
پردیس میں رہ کر بھی وطن ہی میں رہو	ہر لحہ رہے یادِ وطن حبِ وطن

تعارف شاعر: سید صادق حسین نقوی لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد کوئٹہ میں سکونت اختیار کی۔ کوئٹہ، لورالائی اور مظفر گڑھ میں کے کالجوں میں بطور پرنسپل خدمات انجام دیں۔ صادق دہلوی ماہر تعلیم، ادیب اور ممتاز شاعری کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا انتقال کوئٹہ میں ہوا۔ اردو رباعی کی تاریخ میں بہت سے چھوٹے بڑے شعرا کے نام ملتے ہیں۔ انیس، حالی، جوش اور فراق کے نام خصوصیت سے لیے جاتے ہیں۔ رباعیات صادق بھی اردو رباعی کی تاریخ میں ایک اضافہ ہے۔ صادق دہلوی نے رباعی کی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے مسائلِ حیات کو اپنا موضوع بنایا۔ ہماری شعری روایات میں رباعی کو اس اعتبار سے اہمیت حاصل رہی ہے کہ یہ دو بیتی اخلاقی اور حکیمانہ خیالات کی بہترین ترجمان ہے۔ ان رباعیوں میں فکر وفن کی سادگی و پُرکاری نظر آتی ہے۔

مرکزی خیال: وطن کی محبت دائمی ہونی چاہیے۔

تشریح: اس رباعی میں صادق دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کا وطن اُس کی فطرت کا حصہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج کی روشنی اُس کی کرنوں میں بکھرتی ہے۔ پھول کے رنگ باغ میں سجتے ہیں۔ اسی طرح وطن کی یاد اور محبت بھی انسان کے دل سے کبھی نہیں جاتی اور وہ پردیس میں رہ کر بھی اپنے وطن میں ہی رہتا ہے۔ کیوں کہ اُس کا جسم پردیس میں ہوتا ہے لیکن اُس کی روح وطن میں رہ جاتی ہے۔

مشق

سوال نمبرا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) انیس نے اپنی رباعی میں کن دو خوبیوں کا ذکر کیا ہے؟ وہ خوبیاں بیان کیجیے۔

(جواب) میر انیس اس رباعی میں کہہ رہے ہیں کہ تعریف وہ اچھی ہوتی ہے جو سمجھ دار آدمی سے آپ کے حصے میں آئے۔ کم علم کی تعریف کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی یا یوں کہیے کہ سمجھ دار کی تعریف خوشبودار پھول کی مانند ہوتی ہے جب کہ ناسمجھ لوگوں کی تعریف کے کانٹے اپنے اندر چھپا لیتے ہیں۔

(ب) جوش نے اپنی رباعی میں زندگی کی کیا حقیقت بیان کی ہے؟

(جواب) جوش نے اپنی رباعی میں دنیا کو ایک مسافر خانہ قرار دیا ہے جس میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ زندگی کی مشکلات اور مصائب میں بھی مسکرانا جانتے ہیں یقیناً وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

(ج) امجد حیدر آبادی نے اپنی رباعی میں کیا نصیحت کی ہے؟ تفصیل سے بتائیے۔

(جواب) اس رباعی میں امجد حیدر آبادی کہتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں ادب کا دامن نہ چھوڑیں چاہے ہمیں اُس کی منت کرنی پڑے یا خوشامد۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ جب ہمارا ایمان اللہ کی بندگی ہے تو پھر ہمیں کسی غیر کے آگے ہاتھ پھیلانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں تو اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیے۔

(د) حب وطن کے تقاضے کے طور پر صادق دہلوی نے کیا ترغیب دی ہے؟ واضح کیجیے۔

(جواب) اس رباعی میں صادق دہلوی کہہ رہے ہیں کہ حب وطن کا تقاضا ہے کہ جس طرح سورج کی کرنیں اپنی جلوہ دکھاتی ہیں اور جس طرح پھول چمن میں ہی اچھے لگتے ہیں اسی طرح ہمیں وطن سے ہمیشہ محبت کرنا چاہیے۔ اگر وطن کی یاد اور محبت انسان کے دل میں رہے تو چاہے وہ پردیس ہی میں کیوں نہ ہو، پھر بھی اپنے وطن کی محبت اس کے دل میں رہتی ہے کیوں کہ اُس کا جسم پردیس میں ہوتا ہے لیکن اُس کی روح وطن میں رہ جاتی ہے۔

(ہ) اپنی پسند کی کوئی اور رباعی تحریر کیجیے۔ پسند کی وجہ بھی لکھیے:

(جواب)

تکمیل سخن

کچھ درد ہو، کچھ سوز ہو، کچھ ہو تخئیل — جذبات سے اشعار کی یوں ہو تشکیل
صحت ہو زباں کی بھی لحاظِ فن — ورنہ نہیں ہونے کی سُخن کی تکمیل

اس رباعی میں صادق دہلوی نے شاعر کے منصب کو بیان کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ کلام میں اخلاص کی گرمی، تخئیل کی ندرت اور جذبے کی شدت کے آثار نمایاں نہ ہوں تو بات نہیں بنتی۔

سوال نمبر ۲: رباعی کے کیا معنی ہیں؟ اس کی ہیئت بیان کیجیے۔

(جواب) رُباعی عربی لفظ "ربع" سے نکلا ہے۔ جس کے لغوی معنی "چار والے" کے ہیں۔ اس کے چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۳: جوش ملیح آبادی کی رباعی کا مرکزی خیال لکھیے۔

(جواب) جوش نے اس رباعی کا مرکزی خیال لکھا ہے کہ دنیا کی مشکلات و مصائب کو خنداں پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۴: صادق دہلوی کی رباعی "حب وطن" سے ہمیں کیا تعلیم ملتی ہے؟

(جواب) صادق دہلوی کی رباعی "حب وطن" ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم کہیں بھی ہوں مگر ہمیں اپنی مٹی سے جڑے رہنا چاہیے۔ اپنی وطن کی مٹی کی خوشبو ہمیں ہر جگہ محسوس ہونا چاہیے۔

سوال نمبر ۵: لفظ مُسبّب کے کیا معنی ہیں اور امجد حیدر آبادی نے اپنی رباعی میں کیا پیغام دیا ہے؟

(جواب) مُسبّب کے معنی ہیں "سبب کیا گیا"، "سبب کا نتیجہ"۔ اس رباعی میں امجد حیدر آبادی نے یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام

چیزوں پر قادر ہے اور وہ انسان کی ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اُس سے مانگنے میں ادب کا دامن نہ چھوڑیں، چاہے اُس کی منت کرنی پڑے یا خوشامد۔ جب ہمارا ایمان اللہ کی بندگی ہے تو پھر ہمیں کسی اور کے آگے جھکنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں تو اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیے۔

سوال نمبر ۶: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) انیس کی رباعی میں "یک رنگ" سے مراد ہے:

(الف) ایک رنگ والے (ب) محفل والے (ج) **خلوص والے ✓** (د) مطلبی

(۲) لفظ "مسبب" کا درست تلفظ ہے:

(الف) مُسَبَّبْ (ب) مَسَبَّب (ج) مِسَبَّب (د) **مُسَبِّب ✓**

(۳) جوش کی رباعی میں "عرفانِ حیات" کا مطلب ہے:

(الف) **زندگی کی حقیقت کو سمجھنا ✓** (ب) زندگی کی مشکلات کو سمجھنا

(ج) زندگی کے مسائل کو حل کرنا (د) ایک شخص کا نام

(۴) میر انیس کی رباعی ہمیں تعلیم دیتی ہے:

(الف) اپنی مرضی چلانا چاہیے (ب) **لوگوں کی خوبیاں دیکھنی چاہیے ✓**

(ج) برداشت سے کام لینا چاہیے (د) بے شعور لوگوں سے تعریف سننا چاہیے

(۵) صادق دہلوی کی رباعی ہمیں تعلیم دیتی ہے:

(الف) گلستان کی (ب) **حبِ وطن کی ✓** (ج) باغ کا گوشہ بننے کی (د) گھر کو یاد رکھنے کی

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

قطعات

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نہاں	چھپا ہوا	تدریج	آہستہ/ درجہ بہ درجہ	برکھا	برسات
گھنگھور	نہایت سیاہ/ گھرا بادل/ خوف ناک			مہ و پرویں	چاند ستارے

علامہ محمد اقبال

پیدائش ۱۸۷۷ء۔ وفات ۱۹۳۸ء

تن بہ تقدیر

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بہ تدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

تعارف شاعر: ترجمان حقیقت، حکیم الامت، ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کو زمانہ شاعر مشرق کے لقب سے جانتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری ایک درس عمل، ایک پیغام، ایک دعوت فکر ہے، جس میں زبان و بیان کا حُسن طرز ادا کی جدت اور شعری محاسن اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں، ان کے خیالات کی سطح انتہائی بلند، کلام میں بے پناہ اثر اور روانی ہے، زبان پر انھیں مکمل عبور ہے۔ تراکیب اور تشبیہات کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی شاعری میں شاہین نوجوانوں کا استعارہ ہے اور پرواز مسلسل جدوجہد کا۔ علامہ اقبال نے بچوں کے لیے بھی عمدہ نظمیں لکھیں۔ شاعروں کی آنے والی کئی نسلیں اقبال کے اثرات سے آزاد نہیں ہو سکیں گی۔

مرکزی خیال: غلامی انسان کا مزاج بدل دیتی ہے۔

تشریح: اس قطعے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اے لوگوں تمھارے لیے قرآن ہی ہدایت کا ذریعہ ہے جس میں ایک مقام پر انسان کو ترک جہاں کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب دنیاوی خواہش اور چکا چوند سے آگے نکل کر اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے پہچاننا ہے لیکن افسوس کہ آج یہی مسلمان خدا کی خوشنودی کا راستہ چھوڑ کر اپنا اصل گنوا بیٹھے ہیں رفتہ رفتہ چیزوں کی شکل بدلتی جا رہی ہیں۔ کل جو باتیں ناپسندیدہ تھیں رفتہ فتہ پسندیدہ ہو گئی ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ غلامی میں رہتے رہتے قوم کا مزاج بدل گیا ہے اور بیشتر نے اس غلامی کو ہی اپنی تقدیر سمجھ لیا ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

رئیس امروہوی

پیدائش ۱۹۱۴ء۔وفات ۱۹۸۸ء

مہک

گھنگور گھٹا کہاں کہ فی الحال
اڑتا ہے غبار سا ہوا میں
سنتے ہیں کہ آرہی ہے برکھا
ساون کی مہک نہیں فضا میں

تعارف شاعر: اردو کے نامور شاعر اور ادیب رئیس امروہوی کا اصل نام سید محمد مہدی تھا۔ وہ امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد علامہ سید شفیق حسن ایلیا بھی ایک خوش گو شاعر اور عالم انسان تھے۔ رئیس امروہوی کی عملی زندگی کا آغاز صحافت سے ہوا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ امروہہ اور مراد آباد سے نکلنے والے کئی رسالوں سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انھوں نے کراچی میں سکونت اختیار کی اور روزنامہ جنگ کراچی سے بطور قطعہ نگار اور کالم نگار وابستہ ہوگئے، اس ادارے سے ان کی یہ وابستگی تا عمر جاری رہی۔ رئیس امروہوی کے شعری مجموعوں میں الف، پس غبار، حکایت نے، لالہ صحرا، ملبوس بہار، آثار اور قطعات کے چار مجموعے شامل ہیں جبکہ نفسیات اور مابعد الطبیعات کے موضوعات پر ان کی نثری تصانیف کی تعداد ایک درجن سے زیادہ ہے۔ رئیس امروہوی کراچی کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

مرکزی خیال: خوشی کا زمانہ بہت دور ہے۔

تشریح: اس قطعے میں رئیس امروہوی فرماتے ہیں کہ ہم جس خوشی کے زمانے کا انتظار کر رہے ہیں وہ فی الحال کہیں نظر نہیں آتا۔ مسائل کا ایسا غبار ہمارے سامنے ہے جس نے ہماری نگاہ کا راستہ روک لیا ہے۔ ہم صرف سنی سنائی باتوں کے اثر میں رہتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی کہ جیسے برسات کی آمد کا اعلان تو ہو لیکن فضا اُس کی خوشبو سے محروم ہو، ہمیں بھی اچھے وقت کی خبریں تو بہت ملتی ہیں لیکن اچھے وقت کا یا خوشیوں کا امکان دکھائی نہیں دیتا۔

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) "تن بہ تقدیر" سے کیا مراد ہے؟

(جواب) جب تدبیر سے کوئی کام نہیں ہوتا اور مجبور ہو کر تقدیر پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی کسی بھی چیز کو تقدیر پر چھوڑ دینا اُس کے لیے کوشش نہ کرنا۔

(ب) اقبال نے اپنے قطعے میں کیا پیغام دیا ہے؟

(جواب) علامہ اقبال اپنے اس قطعے میں فرماتے ہیں قرآن ہی ہدایت کا راستہ ہے جس میں انسان کو دنیا سے ترک کا مشورہ دیا گیا

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

ہے۔اس کا مطلب یہ ہے مسلمان دنیاوی خواہش اور چکا چوند سے آگے نکل کر اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اپنے آپ کو پہچانے۔

(ج) غلامی سے قوموں کا ضمیر کس طرح پک جاتا ہے؟

(جواب) غلامی سے قوموں کے ضمیر بکنے کا سبب اقبال یوں بتاتے ہیں کہ افسوس آج مسلمان خدا کی خوشنودی کا راستہ چھوڑ کر اپنا اصل گنوا بیٹھے ہیں۔غلامی میں رہتے رہتے قوموں کا مزاج بدل جاتا ہے اور بیشتر اس غلامی کو ہی اپنی تقدیر سمجھ لیتے ہیں۔

(د) قطعے کی تعریف لکھیے اور مثال میں کوئی قطعہ بھی لکھیے۔

(جواب) قطعہ کے لغوی معنی ٹکڑا یا جزو کے ہیں۔اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیال یا واقعہ مسلسل بیان کیا گیا ہو۔قطعے میں مطلع کی موجودگی ضروری نہیں۔قطعے میں ہر شعر کے دوسرے مصرع میں قافیہ کی پابندی لازمی ہے۔قطعہ کم سے کم دو شعروں کا ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔

بے تحاشا (رئیس امروہوی)

ظرافت میں ذرا سی بد مزاجی گھل گئی ہوگی — لطیفہ آفرینی پر طبیعت تل گئی ہوگی
ہر اک تقریر میں معنی نہ ڈھونڈو سوچ لو اتنا — زباں آخر زباں ہے بے تحاشا کھل گئی ہوگی

سوال نمبر ۲: اقبال کے اس قطعے کی تعلیمات کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

(جواب) اس قطعے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قرآن کے ذریعے ہدایت کا راستہ رکھا ہے۔وہ مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلا رہے ہیں کہ ان کا ماضی کیسا تابناک تھا۔مگر مسلمان راہ ہدایت کو چھوڑ کر دنیا کی چکا چوند میں مبتلا ہو گئے ہیں۔خدا کی خوشنودی کا راستہ چھوڑ کر اپنا اصل کھو چکے ہیں رفتہ رفتہ چیزوں کی شکل بدلتی جارہی ہے۔آج غلامی کو جو تقدیر سمجھ رہے ہیں۔ان کے اسلاف اپنی تقدیر پر خود قادر تھے۔

سوال نمبر ۳: رئیس امروہوی کے قطعے میں کس تبدیلی کی طرف اشارہ ہے؟

(جواب) اس قطعے میں رئیس امروہوی جس خوشی کے زمانے کا انتظار کر رہے ہیں وہ فی الحال کہیں نظر نہیں آتا۔مسائل کے ایسے انبار ہیں کہ کہیں بھی خوش حالی کا احساس نہیں ملتا۔جیسے برسات کی آمد کا اعلان تو ہو رہا ہے لیکن فضا میں خوشبو کی مہک نہیں ہے، اچھے دنوں کا انتظار تو بہت ہے مگر کہیں بھی خوشیوں کا امکان دکھائی نہیں دیتا۔

سوال نمبر ۴: کسی اور کتاب یا رسالے میں سے کوئی قطعہ نقل کر کے لکھیے اور پسندیدگی کی وجہ بھی بتائیے۔

(جواب)

نہ پوچھ اُس کی حقیقت، حضور والا نے — مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہوں، نکلتے نہ خُلد سے باہر — جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

درج بالا قطعہ مرزا غالب کا ہے۔بہادر شاہ ظفر نے غالب کے لیے بیسنی روٹی بھیجی تھی جسے غالب مخاطب سے کہہ رہے ہیں کہ میں

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

اس کی لذت تجھے کیا بتاؤں ۔بس یہ سمجھ لے کہ ایسی روٹی جنت میں بھی نہیں ملے گی۔ اگر یہ جنت میں ہوتی تو آدم گیہوں کی روٹی کیوں کھاتے جس کی وجہ سے انھیں جنت سے نکالا گیا۔ غالب کے اس قطعے میں فنی خوبی کے ساتھ ساتھ ذوق سلیم بھی نظر آتا ہے۔

سوال نمبر۵: درج ذیل الفاظ ومرکبات کے معنی لکھیے:

الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی	الفاظ وتراکیب	معنی
تن بہ تقدیر	خود کو تقدیر پر چھوڑنے والا	گھنگھور	چاروں طرف سے گھرا ہوا سیاہ اور گہرا بادل	بہ تدریج	رفتہ رفتہ/آہستہ آہستہ
ساون	برسات کا موسم	ترک جہاں	دنیا چھوڑ جانا	–	–

سوال نمبر۶: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(۱) قطعے میں اشعار ہوتے ہیں:

(الف) چار (ب) آٹھ (ج) آٹھ سے زیادہ (د) **کوئی قید نہیں** ✓

(۲) ہیئت کے لحاظ سے قطعے میں لازمی ہے:

(الف) تخلص (ب) **قافیہ** ✓ (ج) ردیف (د) عنوان

(۳) "مہ و پروین" سے مراد ہے:

(الف) چانداور سورج (ب) **چاند اور تارے** ✓ (ج) دو خواتین کے نام (د) قطب ستارہ

(۴) اقبال نے اس نظم میں مسلمانوں کو تعلیم دی ہے:

(الف) علم حاصل کرنے کی (ب) تجارت کرنے کی

(ج) دنیا ترک کرنے کی (د) **غلامی ترک کردینے کی** ✓

(۵) رئیس امروہوی کے قطعے میں لفظ "مہک" سے مراد ہے:

(الف) خوش بُو (ب) بُو (ج) عطر (د) **آثار** ✓

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سائیڈ اِفیکٹس

انور مسعود

پیدائش ۱۹۳۵ء

تعارف شاعر: نام محمد انور مسعود اور تخلص انور ہے۔ کنجاہ گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں ایم اے (فارسی) کرنے کے بعد تدریس کے پیشے سے منسلک ہوگئے۔ گورنمنٹ کالج راولپنڈی میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز رہے۔ اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ طنز و مزاح کے شاعر ہیں، مگر منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے سنجیدہ مضامین میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ ان کی تمام طنزیہ و مزاحیہ شاعری قطعہ کی صورت میں ہے۔ ان کا مزاج بچپن ہی سے ظریفانہ اور شاعرانہ تھا۔ بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور مزاح ان کی طبیعت کا خاص جزو تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سنجیدہ شاعری کے مقابلے میں ان کے طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے مجموعوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کی تصانیف میں: 'میلہ اکھیاں دا' (پنجابی)، ''قطعہ کلامی'' (مجموعہ قطعات)، 'اک دریچہ اک چراغ'، 'میلی میلی دھوپ'، 'غنچہ پھر لگا کھلنے'، 'تقریب' (مجموعہ مضامین) وغیرہ شامل ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
تبخیر	گرمی کی شدت/ بخار	نسیان	بھولنے کی عادت	ثقل سماعت	کم سنائی دینا
دیدہ	آنکھ				

مرکزی خیال: انور مسعود کی یہ نظم ایک نہایت عام سی اصطلاح سائیڈ افیکٹس کے گرد گھومتی ہے۔ یہ اصطلاح دراصل ہمارے یہاں مغربی دواوں کے ساتھ آئی ہے۔ جس کا مسئلہ یہ ہے کہ ایلوپیتھک طریقہ علاج کی ہر دوا اپنے فائدے کے ساتھ ساتھ انسانی صحت کے لیے کچھ نقصانات بھی رکھتی ہے جو اُس دوا کے ڈبے میں موجود پرچے پر لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر نقصانات کو پڑھ لیا جائے تو انسانی ذہن اس قدر پریشان ہوسکتا ہے کہ وہ دوا کے استعمال کا ارادہ ہی ترک کردے۔ اسی ہیجان انگیزی کو انور مسعود نے اس نظم میں مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔

حوالہ نظم: یہ بند انور مسعود کی مزاحیہ نظم سائیڈ افیکٹس سے لیا گیا ہے۔

بند(۱):

سر درد میں گولی یہ بڑی زود اثر ہے — پر تھوڑا سا نقصان بھی ہوسکتا ہے اِس سے
ہوسکتی ہے پیدا کوئی تبخیر کی صورت — دل تنگ و پریشان بھی ہوسکتا ہے اس سے

تشریح: اس بند میں انور مسعود ایلوپیتھک دواوں پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یوں تو یہ گولی سر کے درد میں بہت تیزی سے اثر دکھاتی ہے جس سے فوری طور پر درد سے نجات حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ فائدے کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں ممکن

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

ہے کہ اسے کھانے کے بعد آپ کے معدے میں کچھ بخارات بننے شروع ہو جائیں جس کا دباو آپ کے دل پر آجائے اور یہ صورت حال آپ کے لیے پریشان کن ہو۔

بند(۲):

ہوسکتی ہے کچھ ثقلِ سماعت کی شکایت — بے کار کوئی کان بھی ہوسکتا ہے اِس سے
ممکن ہے خرابی کوئی ہوجائے جگر میں — ہاں آپ کو یرقان بھی ہوسکتا ہے اِس سے

تشریح: اس بند میں انور مسعود دوا کے سائیڈ ایفیکٹس پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یوں تو یہ گولی بہت کارآمد ہے لیکن اس سے آپ کی سُننے کی طاقت میں خرابی پیدا ہوسکتی ہے اور آپ کے کان ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے منفی اثرات آپ کے جگر پر ہوں اور آپ کو پلیہ ہو جائے۔

بند(۳):

پڑسکتی ہے کچھ جلد خراشی کی ضرورت — خارش کا کچھ امکان بھی ہوسکتا ہے اِس سے
ہوسکتی ہے یادیں بھی ذرا سی متاثر — معمولی سا نسیان بھی ہوسکتا ہے اِس سے

تشریح: انور مسعود اس بند میں سر درد کی گولی کے فائدے کے ساتھ نقصانات بتاتے ہوئے طنز کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس سے الرجی کی شکایت ہو جائے اور آپ کو اپنی جلد پر خراش محسوس ہونے لگے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صورت حال آپ کی یادداشت متاثر کردے اور آپ کو بھولنے کی بیماری ہو جائے۔

بند(۴):

بینائی کے حق میں بھی یہ گولی نہیں اچھی — دیدہ کوئی حیران بھی ہوسکتا ہے اِس سے
ہوسکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی — گردہ کوئی ویران بھی ہوسکتا ہے اس سے

تشریح: اس بند میں سر کے درد کی کارآمد گولی کے سائیڈ ایفیکٹس بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس گولی کا فائدہ اپنی جگہ لیکن اس کے سائیڈ ایفیکٹس آپ کی بینائی کو متاثر کرسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی کوئی آنکھ کھلی کی کھلی رہ جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کھانے کے بعد آپ کے سر کا درد تو ٹھیک ہو جائے لیکن آپ کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ آپ کا کوئی گردہ خراب ہو جائے۔ اب آپ فیصلہ کرلیں کہ آپ کو یہ گولی استعمال کرنی ہے یا نہیں؟

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) انور مسعود اردو ادب میں کس حیثیت سے مشہور ہیں؟

(جواب) انور مسعود اردو ادب میں مزاحیہ شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ مگر آپ سنجیدہ شاعری بھی کرتے ہیں۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(ب) **اس نظم میں گولی کے کتنے سائیڈ افیکٹس بتائے گئے ہیں۔**

(جواب) اس نظم میں انور مسعود کہتے ہیں کہ یہ گولی سر درد کے لیے تو مفید ہے مگر اس کے دیگر سائیڈ افیکٹس بھی ہیں۔ مثلاً یہ دل پر اثر کرتی ہے، اس سے سماعت بھی متاثر ہو سکتی ہے، جگر کی بیماری بھی ممکن ہے، خراش اور بھولنے کی بیماری کا بھی امکان ہے، اس کے علاوہ بینائی متاثر ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

(ج) **انور مسعود کی یہ نظم کس حد تک کامیاب مزاحیہ نظم ہے؟**

(جواب) انور مسعود کی یہ نظم مزاحیہ شاعری کی ایک بہترین مثال ہے جس میں انھوں نے اصلاح کا پہلو یہ نکالا ہے کہ کس طرح ہم انگریزی دواؤں کا استعمال کر کے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ان بیماریوں سے بچنا چاہیے۔ انور مسعود کی یہی خوبی ہے کہ مزاحیہ انداز میں زندگی کی حقیقتوں سے آگاہ کرتے ہیں۔

(د) **اس مزاحیہ نظم کے قوافی بتائیے۔**

(جواب) اس مزاحیہ نظم میں استعمال ہونے والے قوافی: "نقصان، پریشان، کان، یرقان، امکان، نسیان، حیران، ویران"۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کا مرکزی خیال بتائیے۔

(جواب) اس نظم کا مرکزی خیال حوالہ شاعر کے بعد ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر ۳: انور مسعود کی کوئی اور مزاحیہ نظم تلاش کر کے لکھیے۔

تم بھول گئے شاید

انور مسعود

وہ جو دودھ شہد کی کھیر تھی　　وہ جو سیب زینت باغ تھے
وہ جو نرم مثل حریر تھی　　وہ جو شاخ شاخ بہ راغ تھے
وہ جو آملے کا اچار تھا　　وہ جو آلوؤں کو بخار تھا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا　　وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو　　تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

　　وہ رقیب کے جو بغیر تھی
جو ہرن کے سیخ کباب تھے　　وہ جو چاند رات کی سیر تھی
وہ جو آپ اپنا جواب تھے　　وہ جو عہد فصل بہار تھا
وہ جو کوئٹے کا انار تھا　　وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا　　مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو　　تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(۱) لفظ "تبخیر" سے مراد ہے:

(الف) بخار آجانا (ب) بخارات بن کے اُڑ جانا
(ج) معدے میں ریاح (گیس) کا پیدا ہونا ✓ (د) پیاس لگنا

(۲) "یرقان" کہتے ہیں:

(الف) بخار کو (ب) فالج کو
(ج) پیلیا یعنی جگر کی بیماری کو ✓ (د) حافظے کی خرابی کو

(۳) "زوداثر" کا مطلب ہے:

(الف) زوردار (ب) رنگ بدلنے والی (ج) فوری اثر کرنے والی ✓ (د) بے اثر

(۴) "معمولی سا نسیان بھی ہوسکتا ہے اس سے" اس میں نسیان ہے:

(الف) نقصان (ب) نسوں کی خرابی (ج) چکّر آنا (د) بھولنے کا مرض ✓

(۵) "دیدہ کوئی حیران" میں دیدہ سے مراد ہے:

(الف) کان (ب) گردہ (ج) آنکھ ✓ (د) ہاتھ

www.downloadclassnotes.com

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

چاند میری زمیں پھول میرا وطن

ساقی جاوید

پیدائش ۱۹۲۵ء ۔وفات ۱۹۹۴ء

تعارف شاعر: اصل نام سید شوکت علی اور تخلص ساقی جاوید ہے۔ ناگپور میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے ناگپور یونی ورسٹی سے ۱۹۴۹ء میں کیا۔ پاکستان آنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں کراچی یونی ورسٹی سے بی۔ایڈ اور ایم۔اے اردو کیا۔ تدریس سے وابستہ رہے۔ ساقی جاوید عام انسانیت کے شاعر ہیں اور اس سے ان کے محسوسات کا مرکز وہ انسان ہوتا ہے جو نسل و رنگ کی قید سے آزاد ہے۔ ساقی جاوید کا فن احساس کی روشنی میں آفاقیت کا حامل ہے۔ "چاند میری زمیں پھول میرا وطن" تو ساقی جاوید کی شناخت بن چکا ہے۔ ان کی مشہور نظموں میں "پھر وقت جہاد آیا"، "آوارگی ہواؤں کی" اور "اللہ تو ہے رحمت والا" وغیرہ شامل ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دہقان	کسان	کوہ کن	پہاڑ کھودنے والا	خیبر شکن	پہاڑوں میں راستہ بنانے والا
ملاح	کشتی چلانے والے				

مرکزی خیال: ساقی جاوید کی یہ نظم دراصل ایک قومی نغمہ ہے۔ فنی اعتبار سے اسے ترجیع بند کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ٹیپ کے مصرعہ سے ظاہر ہے شاعر نے اس نظم میں اپنے وطن کی مٹی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے کہ یہی وہ سب کچھ ہے جس سے میرے وطن کی سرزمین، کھیت کھلیان، دریا اور فضاؤں میں رونق ہے۔ انھی فوجی جوانوں کے دم سے ہماری سرحدیں محفوظ ہیں۔

بند(۱):

چاند میری زمیں، پھول میرا وطن
میرے ملاح لہروں کے پالے ہوئے
میرے دہقاں پسینوں کے ڈھالے ہوئے
میرے مزدور اس دور کے کوہ کن
چاند میری زمیں، پھول میرا وطن   چاند میری زمیں، پھول میرا وطن

تشریح: اس بند میں شاعر اپنے وطن کی سرزمین کو چاند اور وطن کو پھول کا استعارہ دیتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میرے ملاح جب اپنی کشتیاں لے کر سمندر کے سفر پر نکلتے ہیں تو یہ لہریں ماؤں کی طرح اُن کی حفاظت کرتی ہیں۔ میرے کسان تپتی ہوئی دھوپ میں جب اپنا [illegible]

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

بند(۲):

میرے فوجی جواں جرأتوں کے نشاں
میرے اہلِ قلم عظمتوں کی زباں
میرے محنت کشوں کے سنہرے بدن
چاند میری زمیں، پھول میرا وطن   چاند میری زمیں، پھول میرا وطن

تشریح: اس بند میں شاعر اپنے فوجی جوانوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے یہ بہادر نوجوان جرات و ہمت کی علامت ہیں۔ میرے شاعر اور ادیب میرے وطن کی عظمتوں کی زبان ہیں۔ میرے ملک کے مزدوروں کے سنہرے مضبوط بدن دن رات محنت کی گواہی دیتے ہیں۔

بند(۳):

میری سرحد پہ پہرا ہے ایمان کا
میرے شہروں پہ سایہ ہے قرآن کا
میرا ایک اک سپاہی ہے خیبر شکن
چاند میری زمیں، پھول میرا وطن   چاند میری زمیں، پھول میرا وطن

تشریح: اس بند میں ساقی جاوید لکھتے ہیں کہ میری سرحدوں کی حفاظت کرنے والے تو بے مثل ہیں ہی لیکن اس کے علاوہ ایک اور ناقابلِ شکست چیز جو میری سرحد کو محفوظ رکھتی ہے وہ اس قوم کا ایمان ہے۔ میرے شہروں پر جو چیز اپنا سایہ کیے ہوئے ہے وہ قرآن مجید ہے۔ میرے ملک کا ایک ایک سپاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے خیبر شکن کے دستے کا رکن ہے۔ جسے حضرت علی کی حمایت حاصل ہے۔

بند(۴):

میرے دہقاں یُونہی ہل چلاتے رہیں
میری مٹی کو سونا بناتے رہیں
گیت گاتے رہیں میرے شعلہ بدن
چاند میری زمیں، پھول میرا وطن   چاند میری زمیں، پھول میرا وطن

تشریح: اس بند میں ساقی جاوید خدا کے حضور اپنے وطن کی سلامتی کی دعا مانگتے ہوئے لکھتے ہیں، میری دعا ہے کہ ہمارے کھیت یوں ہی آباد رہیں، کسان یونہی ہل چلاتے رہیں، ان کی محنت سے ہماری مٹی سونا بنتی رہے۔ جسے دیکھ کر حسین و جمیل لوگ خوشی میں گیت گاتے رہیں اور کہتے رہیں چاند میری زمیں پھول میرا وطن۔

مشق

سوال نمبر۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) اس نظم کی ہیئت کا نام لکھیے۔

(جواب) اس نظم کی ہیئت ترجیع بند ہے۔

(ب) ساقی جاوید نے پہلے بند میں کن کن لوگوں کے لیے کیا کیا مثالیں دی ہیں۔

(جواب) ساقی جاوید نے پہلے بند میں ملاح، کسان اور مزدور کا ذکر کیا ہے۔ ملاح ہمیشہ پانی کی لہروں پر حکومت کرتے ہیں، کسان اپنی محنت سے مٹی کو سونا بناتے ہیں، بنجر زمین پر ہل چلا کر زمین کو زرخیز بناتے ہیں۔ مزدور جو اپنی دن رات کی محنت سے ملک کی معیشت کا پہیہ چلاتے ہیں تا کہ ملک خوش حالی کی طرف گامزن ہو سکے۔ یعنی ہمارا مزدور کسی کوہ کن (پہاڑ) کھودنے والے سے کم نہیں ہے۔

(ج) زمین اور چاند کا استعارہ کس چیز کے بارے میں ہے؟

(جواب) شاعر نے اپنے وطن کی زمین کو چاند اور وطن کو پھول کے استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

(د) دوسرے اور چوتھے بند کی تشریح کیجیے۔

(جواب) دوسرا اور چوتھا بند تشریحات میں ملاحظہ ہوں۔

سوال نمبر۲: "خیبر شکن" کس صنعت یا شاعرانہ خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔

(جواب) "خیبر شکن" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لقب کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ شعر میں کسی تاریخی واقعہ یا کسی تاریخی شخصیت کا ذکر ہو تو ایسے تلمیح کہتے ہیں۔ لفظ "خیبر شکن" سے مراد خیبر کا وہ دروازہ ہے جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی شجاعت اور بہادری سے اُکھاڑ دیا تھا۔

سوال نمبر۳: درج ذیل تراکیب کے معنی لکھیے۔

الفاظ و تراکیب	معنی	الفاظ و تراکیب	معنی	الفاظ و تراکیب	معنی
شعلہ بدن	سخت محنت کرنے والا، گرمی کے باعث جس کا جسم سرخ ہو جائے	عظمتوں کی زبان	جو عظمتیں بیان کرتا ہے	اہل قلم	انشا پرداز/مصنف
لہروں کے پالے	ملاح جو پانی کی موجوں کا مقابلے کر کے روزگار کماتے ہیں	کوہ کن	پہاڑ توڑنے والے		

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے:

(۱) "میرے دہقاں پسینوں کے ڈھالے ہوئے" سے مراد ہے:

(الف) دہقانوں کے پاس ڈھال ہے (ب) دہقان ڈھالیں تیار کرتے ہیں

(ج) **دہقان شدید محنتی ہے ✓** (د) دہقانوں کا پسینا بہہ رہا ہے

(۲) "میرے شہروں پہ سایہ ہے قرآن کا" سے مراد ہے۔

(الف) شہروں میں قرآن شریف موجود ہے (ب) قرآن پاک شہروں میں شائع کیے جاتے ہیں

(ج) قرآن پاک شہروں میں پڑھا جاتا ہے (د) **میرے وطن پر قرآن پاک کی برکات ہیں ✓**

(۳) "میرے فوجی جواں جراتوں کے نشاں" سے مراد ہے:

(الف) **میرے فوجی جوان جرات کی علامت ہیں ✓** (ب) میرے فوجی جوان ہمت سے نشانے پر مارتے ہیں

(ج) میرے وطن کے سپاہی ٹھیک ٹھیک نشانے پر مارتے ہیں

(د) میرے وطن کے سپاہیوں کو جرات کا نشان ملتا ہے

(۴) "میری مٹی کو سونا بناتے رہیں" سے مراد ہے۔

(الف) میرے وطن کے مزدور بلوچستان میں سونے کے ذخیرے دریافت کرتے رہیں

(ب) **میرے وطن کے کسان زمین پر فصلیں اُگا کر ملک کو مالا مال کرتے رہیں ✓**

(ج) مرے وطن کے کمہار مٹی کے بہترین برتن بنا کر سونا کماتے رہیں

(د) میرے وطن کی مٹی کو صاف کر کے سنار سونا نکالتے رہیں

(۵) لفظ "خیبر شکن" میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ میرا ہر سپاہی:

(الف) اسلام کے مخالفین کو شکست دینے والا ہے (ب) اپنے ملک کو مخالفوں سے پاک کردینے والا ہے

(ج) **حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے ✓**

(د) خیبر شکن توپ چلاتا ہے

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

سوال نمبر ۴: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) "میرے دہقاں پسینوں کے ڈھالے ہوئے" سے مراد ہے:

(الف) دہقانوں کے پاس ڈھال ہے　(ب) دہقان ڈھالیں تیار کرتے ہیں

(ج) **دہقان شدید محنتی ہے** ✓　(د) دہقانوں کا پسینا بہہ رہا ہے

(۲) "میرے شہروں پہ سایہ ہے قرآن کا" سے مراد ہے۔

(الف) شہروں میں قرآن شریف موجود ہے　(ب) قرآن پاک شہروں میں شائع کیے جاتے ہیں

(ج) قرآن پاک شہروں میں پڑھا جاتا ہے　(د) **میرے وطن پر قرآن پاک کی برکات ہیں** ✓

(۳) "میرے فوجی جواں جراتوں کے نشاں" سے مراد ہے:

(الف) **میرے فوجی جوان جرات کی علامت ہیں** ✓　(ب) میرے فوجی جوان ہمت سے نشانے پر مارتے ہیں

(ج) میرے وطن کے سپاہی ٹھیک ٹھیک نشانے پر مارتے ہیں

(د) میرے وطن کے سپاہیوں کو جرات کا نشان ملتا ہے

(۴) "میری مٹی کو سونا بناتے رہیں" سے مراد ہے۔

(الف) میرے وطن کے مزدور بلوچستان میں سونے کے ذخیرے دریافت کرتے رہیں

(ب) **میرے وطن کے کسان زمین پر فصلیں اُگا کر ملک کو مالا مال کرتے رہیں** ✓

(ج) مرے وطن کے کمھار مٹی کے بہترین برتن بنا کر سونا کماتے رہیں

(د) میرے وطن کی مٹی کو صاف کر کے سنار سونا نکالتے رہیں

(۵) لفظ "خیبر شکن" میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ میرا ہر سپاہی:

(الف) اسلام کے مخالفین کو شکست دینے والا ہے　(ب) اپنے ملک کو مخالفوں سے پاک کر دینے والا ہے

(ج) **حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے** ✓

(د) خیبر شکن توپ چلاتا ہے

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

اِستغاثہ

افتخار عارف

پیدائش ۱۹۴۴ء

تعارف شاعر: افتخار عارف لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کا خاندان کراچی منتقل ہوگیا۔ انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ اپنی عملی زندگی کا آغاز ریڈیو پاکستان میں بحیثیت نیوز کاسٹر کیا۔ پھر پی ٹی وی سے منسلک ہو گئے۔ بی سی سی آئی بینک کے تعاون سے چلنے والے ادارے "اردو مرکز" سے وابستہ ہونے کے بعد لندن چلے گئے۔ لندن سے واپس آنے کے بعد مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے بعد ایران کے دارالحکومت تہران میں ایکو تنظیم کے ثقافتی شعبے کے سربراہ رہے۔ ایران میں ہونے والی ادبی اور علمی محفلوں کے ساتھ ساتھ مشاعروں میں افتخار عارف صاحب کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔ آپ نے اکادمی ادبیات کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ افتخار عارف سنجیدہ شاعر ہیں۔ وہ اپنی تخلیق میں ایسی پختگی کا اظہار کرتے ہیں جو دوسروں میں کمیاب ہے۔ وہ عام شعراء کی طرح تجربہ کے کسی جزوی اظہار پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اپنا پورا تجربہ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ اسے سمیٹتے ہیں۔ اپنی تحریر پر ان کی گرفت انتہائی مضبوط ہے۔ افتخار عارف کی شاعری ایک ایسے شخص کی شاعری ہے جو سوچتا ہے، محسوس کرتا ہے اور اس کا اظہار بھی خوب صورتی سے کرتا ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر جب ان کے کلام کو دیکھیں تو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ افتخار عارف کی آواز جدید اردو شاعری کی ایک بہت زندہ اور توانا آواز ہے۔ ایک ایسی آواز جو ہمارے دل و دماغ دونوں کو بیک وقت اپنی طرف کھینچتی ہے اور ہمیں ایک ایسی آسودگی بخشتی ہے جو عارف کے سوا شاید ہی کسی ایک آدھ شاعر میں مل سکے۔ تصانیف میں "جہان معلوم" شہر علم کے دروازے پر (سلام، نعت، منقبت)، کتاب دل و دنیا، مہر دو نیم، حرفِ باریاب شامل ہیں۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
چاہ	کنواں	عفو	معاف کرنا	مہر و وفا	محبت و عنایات/مروت
رفاقت	ساتھ	–			

تو کیا کوئی معجزہ نہ ہوگا؟

ہمارے سب خواب وقت کی بے لحاظ آندھی میں جل بجھیں گے؟

وہ نیم دریا و چاہِ تاریک و آتشِ سرد و جاں نوازی کے سلسلے ختم ہو گئے کیا؟

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

تو کیا کوئی معجزہ نہ ہوگا؟

خدائے زندہ! یہ تیری سجدہ گزار بستی کے سب مکینوں کی التجا ہے

کوئی تو ایسی سبیل نکلے کہ تجھ سے منسوب گل زمینوں کی عظمتیں پھر سے لوٹ آئیں۔

وہ عفو کی، درگزر کی، مہر و وفا کی بھولی روایتیں پھر سے لوٹ آئیں

وہ چاہتیں، وہ رفاقتیں، وہ محبتیں پھر سے لوٹ آئیں

مرکزی خیال: افتخار عارف کی یہ نظم جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے حمد یہ انداز رکھتی ہے۔ جس میں وہ خدا کے حضور اپنے وطن کی کھوئی ہوئی عظمت اور تعمیر و ترقی کی دعا کر رہے ہیں۔

حوالہ نظم: یہ نظم افتخار عارف کے مجموعہ کلام "مہر دو نیم" سے لی گئی ہے۔

تشریح: ہیئت کے اعتبار سے یہ آزاد نظم ہے جس میں افتخار عارف اپنے معاشرے کی صورتِ حال سے انتہائی مایوس دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس قوم کی فلاح کے لیے کسی انسانی سہارے کے بجائے معجزہ کی دعا مانگ رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اے خدا ہماری دولت ہمارے خواب ہیں، کیا یہ بھی وقت کی آندھی میں ختم ہو جائیں گے۔ ہم اپنی ساری تدبیریں آزما چکے۔ اچھی روایت ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہی ہیں۔ ہمارے پاس معجزہ کی دعا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا اب کوئی معجزہ بھی نہیں ہوگا۔ اے قادرِ مطلق! تیری ہی ذات تھی جس نے اپنے کمال قدرت سے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرایا تھا، یوسف کو تاریک کنوئیں سے نکال کر حکومت بخشی تھی، بھڑکتی ہوئی آگ کو ابراہیم کے لیے گلزار اور اسماعیل کے ساتھ خصوصی انعام و احسان کا معاملہ فرمایا تھا۔

اے خدا یہ سب تیری بارگاہ میں جھکنے والے، تیرے سامنے سجدہ ریز ہونے والے، تیرے عاجز بندے تجھ سے دعا گو ہیں کہ ہماری زمینوں میں پھر وہی عظمت کے پھول کھلا دے، ہماری بہاریں ہمیں لوٹا دے، لوگوں کے درمیان محبتیں، چاہتیں پھر سے لوٹ آئیں۔ یہ قوم جو اپنی روایتوں سے کٹ چکی ہے اپنے درگزر کی دولت گنوا چکی ہے، محبت اور وفا کا راستہ چھوڑ چکی ہے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلنا بھول چکی ہے۔ میری تجھ سے دعا ہے کہ ایک بار پھر یہ ساری روایتیں ہمیں لوٹا دے اور ہمارے فلاح کے راستے بحال کر دے۔

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) **افتخار عارف اپنی آزاد نظم میں خدا سے کیا دعا کر رہے ہیں؟**

(جواب) افتخار عارف اپنے معاشرے کی صورتِ حال سے انتہائی مایوس دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس قوم کی فلاح کے لیے کسی انسانی سہارے کے بجائے خدا سے معجزہ کی دعا مانگ رہے ہیں۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

(ب) **اس نظم کی آخری تین سطروں میں عارف صاحب کی کیا تمنا ہے؟**

(جواب) آخری تین سطروں میں افتخار عارف کی تمنا ہے کہ ایک معاشرہ جن خوبیوں کی وجہ سے زندہ معاشرہ کہلاتا ہے، کوئی ایسا معجزہ ہو جائے کہ وہ ساری کھوئی ہوئی خوبیاں، بھولی ہوئی عظمتیں اور عمدہ روایتیں ہمارے درمیان پھر سے لوٹ آئیں۔

(ج) **یہ نظم کہاں تک آزاد نظم کے معیار پر پوری اترتی ہے؟**

(جواب) افتخار عارف نے اس نظم میں عنوان کی مناسبت سے بحر اور وزن کا انتخاب کیا ہے۔ نظم میں ایک کیف اور نغمگی کے ساتھ تراکیب کا حسن نمایاں ہے۔ نظم میں تلمیحی اشاروں کے مہارت سے استعمال نے نظم کی تاثیر میں اضافہ کر دیا ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ افتخار عارف کی مذکورہ نظم آزاد نظم کے معیار پر پوری اترتی ہے۔

(د) **شاعر کے نزدیک اب حالات ٹھیک ہونے کا کیا امکان ہے؟**

(جواب) شاعر کے خیال میں ابتر حالات اور اخلاقی زوال کی اصلاح انسانی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ کسی معجزے کی دعا کے سوا کوئی حل نہیں۔ خدائے لم یزل کے معجزہ سے ہی حالات میں خیر کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

مشورہ

پروین شاکر

پیدائش ۱۹۵۲ء۔ ۱۹۹۴ء

تعارف شاعر: پروین شاکر کراچی میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد، شاکر حسین ثاقب بھی شاعر تھے، قیام پاکستان کے بعد کراچی میں آباد ہو گئے تھے۔ پروین کم عمری سے ہی شاعری کرنے لگی تھیں۔ پروین نے میٹرک کا امتحان رضویہ گرلز اسکول کراچی سے اور بی اے سرسید گرلز کالج سے پاس کیا۔ ۱۹۷۲ء میں انھوں نے انگریزی ادب میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور پھر لسانیات میں بھی ایم۔ اے کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ عبداللہ گرلز کالج کراچی میں بطور لیکچرار ملازم ہو گئیں۔ نو سال تک تدریس سے وابستہ رہنے کے بعد پروین شاکر نے پاکستان سول سروس کا امتحان پاس کیا اور انھیں ۱۹۸۲ میں سیکنڈ سکریٹری سنٹرل بورڈ آف ریونیو مقرر کیا گیا۔ بعد میں انھوں نے اسلام آباد میں ڈپٹی کلکٹر کے فرائض انجام دیئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں ان کا پہلا مجموعہ کلام "خوشبو" منظر عام پر آیا تو ادبی حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔ پروین شاکر کو اس مجموعہ پر آدم جی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ پروین شاکر خواتین شعرا میں اپنے منفرد لب و لہجے اور خواتین کے جذباتی اور نفسیاتی مسائل پیش کرنے کے باعث اردو شاعری کو ایک نئی جہت دیتی نظر آتی ہیں۔ وہ بے باک لہجہ استعمال کرتی ہیں، اور انتہائی جرات کے ساتھ جبر و تشدد کے خلاف احتجاج کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنے جذبات و خیالات پر سخت سماجی قدغن عائد نہیں کرتیں۔ ان کے موضوعات محدود ہیں، اس کے باوجود قاری کو ان کی شاعری میں نغمگی، تجربات کی صداقت، اور خوشگوار تازہ بیانی ملتی ہے۔

ننھی لڑکی
ساحل کے اتنے نزدیک
ریت سے اپنا گھر نہ بنا
کوئی سرکش موج اِدھر آئی، تو
تیرے گھر کی بنیادیں تک بہہ جائیں گی
اور پھر اُن کی یاد میں تو
ساری عُمر اُداس رہے گی!

مرکزی خیال: یہ نظم "مشورہ" معصوم بچیوں کے اُس احساس کے گرد گھومتی ہے جو اُن کے اندر بے شمار خواب بُن دیتا ہے اور جب یہ خواب پورے نہیں ہوتے تو یہ اُن کے لیے زندگی بھر کی محرومی بن جاتے ہیں۔

حوالہ نظم: یہ نظم پروین شاکر کے مجموعہ کلام "خوشبو" سے لی گئی ہے۔

For more notes & academic material visit our Website or install our Mobile App
Website: www.downloadclassnotes.com Mobile App: bit.ly/DCNApp

تشریح: اس شعر میں پروین شاکر ننھی لڑکی کے استعارہ کے ذریعے معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اے لڑکی تو ساحل کے نزدیک جو ریت کے گھروندے بنارہی ہے، تو نہیں جانتی کہ بپھری ہوئی ایک لہر یہ گھروندہ بہا کر لے جائے گی اور تیرے حصے میں عمر بھر کی اداسی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔ اس نظم میں معصومیت کے لیے ننھی لڑکی زندگی کے لیے ساحل، بے ثباتی کے لیے ریت، مسائل کے لیے سرکش موج جیسے استعارے تخلیق کیے گئے ہیں۔ جن کے سہارے پروین شاکر لکھتی ہیں کہ بچیوں کی معصومیت بہت سے خواب بُن لیتی ہے لیکن جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں تو اُن کی یہ محرومی زندگی بھر اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہے۔

مشق

سوال نمبر ا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) **پروین شاکر کی اس مختصر آزاد نظم میں کیا پیغام پوشیدہ ہے؟**

(جواب) پروین شاکر کی یہ مختصر آزاد نظم "مشورہ" معصوم بچیوں کے اُس احساس کے گرد گھومتی ہے جو اُن کے اندر بے شمار خواب بُن دیتا ہے اور جب یہ خواب پورے نہیں ہوتے تو یہ اُن کے لیے زندگی بھر کی محرومی بن جاتے ہیں۔

(ب) **کیا آپ کے نزدیک اس نظم میں ایک باقاعدہ خیال ظاہر کیا گیا ہے؟**

(جواب) پروین شاکر اپنی اس نظم میں خیال ظاہر کرتی ہیں کہ یہ معصوم بچیاں خواب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیں۔ اگر یہ خواب پورے نہیں ہوئے تو انھیں مایوسی کی دلدل نگل لے گی۔ جسے وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتیں۔ انھیں چاہیے کہ خواب سے نکل کر حقیقی زندگی کی تلاش میں رہیں۔

(ج) **آپ نے اگر ایسی کوئی دوسری آزاد نظم سنی یا پڑھی ہے تو اس پر تبصرہ کیجیے۔**

دعا

افتخار عارف

مالک! میری گڑیا کے سب رنگ سلامت رکھنا، مجھ کو ڈر لگتا ہے
کچے رنگ تو بارش کی ہلکی سی پھوار میں بہہ جاتے ہیں
ایک ذرا سی دھوپ پڑے تو اُڑ جاتے ہیں
مالک! میری گڑیا کے سب رنگ سلامت رکھنا، مجھ کو ڈر لگتا ہے

تبصرہ: اس نظم میں افتخار عارف نے بیٹی کا ذکر کیا ہے اور اُس کی سلامتی کے لیے دعا کی ہے۔ کیوں کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں اور انھیں دنیا کے مصائب و پریشانیوں سے دور رکھنا ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے۔ وہ دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تو میری بیٹی کی تمام خواہشات اور آرزوؤں کو پورا کرنا۔ شاعر کہ نزدیک زندگی کے رنگ اتنے کچے ہیں کہ وہ کبھی بھی اُڑ سکتے ہیں۔